تنظیم اسلامی کا ترجمان

41

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

22 تا 28 صفر المظفر 1441ھ / 22 تا 28 اکتوبر 2019ء

نبی ﷺ کی دعوت تمام انسانوں کے لیے تھی

رسول اللہ ﷺ جو دعوت لے کر آئے تھے وہ کسی مخصوص قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے تھی۔ آپؐ کا پیغام پوری انسانیت کے لیے عام تھا۔ وہ کسی نسلی، قومی یا گروہی مزاج کا حامل نہ تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اپنی دعوت کو روئے زمین کے تمام حکمرانوں اور شہنشاہوں تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا اور اس کی کوشش کی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پہلے اپنے درمیان دعوت کا فریضہ انجام دیں اور اپنی اصلاح کریں۔ یہاں تک کہ جب اس راہ میں بڑا فاصلہ طے کر لیں اور اسلامی نظام کو اپنی زندگی اور اپنے معاملات میں نافذ کر چکیں تب اس دوسرے فریضہ کو انجام دیں یعنی دوسروں کو اسلام کی دعوت دیں۔ مسلمانوں کی ذاتی اصلاح دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کا ایک اہم جزء ہے۔ لوگ اخلاق و کردار میں صالح نمونہ کی تلاش میں رہتے ہیں تاکہ اس کے نقش قدم پر چلیں اور اس کی اتباع کریں۔ اگر آج مسلمان اپنے اسلام پر فخر کریں اور اس کے اصول و مبادی اور احکام کو اپنے معاشروں میں نافذ کریں تو اس کی ضوفشانی سے افریقہ کے بیابان اور یورپ کے دور دراز علاقے منور ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی

اس شمارے میں

سعودی عرب ایران کشیدگی: اُمت مسلمہ پر وقتِ آزمائش

توحید کے عملی تقاضے

دورِ حاضر کے چیلنجز اور ان سے نمٹنے کے تقاضے

دگرگوں ہے جہاں......

نظام باطل کی دکھتی رگ؟

اب بھی غلامانہ ذہنیت سے جان نہ چھڑائی تو

الھدیٰ (874)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

پچھلی قوموں کی تباہی

سُورۃُ الْحَجّ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 42 تا 45

وَاِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوۡدُ ۙ وَقَوۡمُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ ۙ وَّاَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَکُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ۝ فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ اَهۡلَکۡنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ۝

آیت ۴۲ ﴿وَاِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوۡدُ ﴿۴۲﴾﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے قومِ نوحؑ، قومِ عاد اور قومِ ثمود کے لوگ بھی (رسولوںؑ کو) جھٹلا چکے ہیں۔''

آیت ۴۳ ﴿وَقَوۡمُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿۴۳﴾﴾ ''اور ابراہیمؑ کی قوم اور لوطؑ کی قوم بھی (رسولوںؑ کی تکذیب کر چکی ہے)۔''

آیت ۴۴ ﴿وَّاَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَکُذِّبَ مُوۡسٰی﴾ ''اور مدین کے لوگ بھی (اپنے پیغمبر کو جھٹلا چکے ہیں) اور موسیٰؑ کی بھی تکذیب ہو چکی ہے''

﴿فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾﴾ ''تو میں نے ان کافروں کو کچھ ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا، تو کیسی رہی میری پکڑ؟''

آیت ۴۵ ﴿فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَةٍ اَهۡلَکۡنٰهَا وَهِیَ ظَالِمَةٌ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ظالم تھیں''

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے جس جس بستی کو ہلاک کیا ان کے باسی مجرم اور گناہگار تھے۔ جب بھی کوئی بستی کفر و شرک اور دوسرے گناہوں کے سبب معصیت اور برائی کا مرکز بن جاتی تو اس کا وجود معاشرے کے لیے خطرے کی علامت بن جاتا۔ چنانچہ جس طرح انسانی جسم کا کوئی حصہ گل سڑ کر متعفن مواد سے بھر جائے تو باقی جسم کو محفوظ رکھنے کے لیے اس حصے یا عضو کو کاٹ پھینکنا ناگزیر ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ کی مشیت سے ہر ایسی بستی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

﴿فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوۡشِهَا﴾ ''تو وہ گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر''

﴿وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ﴾ ''اور کتنے ہی ناکارہ کنویں (بند پڑے ہیں)''

ان تباہ ہونے والی بستیوں میں کتنے کنویں ہوں گے جو کسی وقت بڑی محنت سے کھودے گئے ہوں گے۔ اپنے اپنے وقت پر ان کنووں پر پانی بھرنے والے لوگوں کے کیسے کیسے جمگھٹے رہا کرتے ہوں گے، مگر اب وہ کنویں ویران و معطل پڑے ہیں۔

﴿وَّقَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور کتنے ہی مضبوط بنائے ہوئے محل (بھی ویران پڑے ہیں)۔''

ان قوموں کے گچ کاری کیے گئے مضبوط اور عالی شان محل اب کھنڈرات میں تبدیل ہوئے پڑے ہیں۔

فرمان نبویؐ

نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهۡلِهٖ اَنۡ یَّجِدَ فِیۡهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلۡنَا نَعَمۡ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقۡرَاُ بِهِنَّ اَحَدُکُمۡ فِیۡ صَلَاتِهٖ خَیۡرٌ لَّهٗ مِنۡ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ، بڑی اور موٹی اس کو مل جائیں۔'' ہم نے عرض کیا، بے شک (ہم یہ ضرور پسند کرتے ہیں)۔ حضورؐ نے فرمایا: ''تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔''

ادار یہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سعودی عرب ایران کشیدگی: اُمت مسلمہ پر وقتِ آزمائش

سعودی عرب اور ایران کے درمیان کشیدگی میں اضافہ اہل نظر و اہل فکر مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ عالم اسلام کے دو ایسے اہم ممالک جو اپنی اپنی جگہ پر دونوں بڑے مسالک یعنی اہل تشیع اور اہل سنت کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں‘ ان میں بڑھتی ہوئی محاذ آرائی ہر ایسے مسلمان کے لیے بھی انتہائی تشویش کا باعث ہونی چاہیے جو کہ اسلام اور عالم اسلام کے اجتماعی مفاد سے تھوڑا سا بھی لگاؤ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ یہ اُمت مسلمہ کے خلاف ایک سازش ہے‘ مقصود یہ ہے کہ ان دو اہم اسلامی ممالک کو جنگ میں الجھا دو تاکہ مسلمان باہمی جنگ و جدل سے کمزور ہوں اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف اُن کی مزاحمت کمزور پڑ جائے۔ یہ پس پردہ اسلام دشمن قوتوں کی دیرینہ منصوبہ بندی ہے جس سے اُن کے مذموم مقاصد روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بڑے پیمانے پر قتل عام اور مسلمان ملکوں کی تباہی کے لیے انہیں خود کچھ نہ کرنا پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُمت مسلمہ ایک ایسے نظریہ کی حامل قوم ہے جس کی عملی تعبیر باطل قوتوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ لہٰذا وہ چاہتی ہیں کہ مسلمان ممالک کو آپس میں اس طرح گتھم گتھا کر دیا جائے تاکہ ان قوتوں کے دیرینہ خواب بغیر کسی مالی و جانی نقصان کے خود بخود پورے ہو جائیں۔ لہٰذا اسلام دشمن قوتیں جہاں ایک طرف ایران کی کمر ٹھونک رہی ہیں وہاں دوسری طرف سعودی عرب کو بھی آمادہ جنگ کر رہی ہیں۔

ان حالات میں اُمت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض بنتا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس آگ کو سرد کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں بھرپور انداز میں بروئے کار لائے۔ کیونکہ یہ پوری اُمت پر کڑی آزمائش کا وقت ہے۔ اگر خدانخواستہ دشمنانِ اسلام اس جنگ کو بھڑکانے کی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس کے مہلک اثرات ہر مسلمان ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے جس سے ہر مسلمان شہری ان بُرے اثرات کی زد میں آ جائے گا۔ سازش یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے وسائل اُن کے باہمی جھگڑوں میں ضائع کروا دیے جائیں جس سے نہ صرف مسلمان ممالک کی ترقی کا سفر رک جائے گا بلکہ اکثر مسلم ممالک میں جہاں پہلے ہی غربت‘ بے روزگاری اور جہالت کے پہرے ہیں‘ وہ مزید بحران کا شکار ہو جائیں گے۔ مغرب نے بڑی ہوشیاری سے اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح گھڑ کے مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کی ہوئی ہیں۔ اگر ایران اور سعودی عرب میدان جنگ میں کود پڑے تو اس باہمی منافرت اور خون خرابے کی بدولت اُمت مسلمہ مزید تضحیک کا نشانہ بنے گی۔ مغرب اور امریکہ جو ڈیزی کٹر‘ فاسفورس‘ ایٹم اور ہائیڈروجن بموں سے انسانوں کے چیتھڑے اُڑانے اور اپنا اسلحہ بیچنے کی خاطر پوری دنیا میں جنگ و جدل کرانے کے باوجود خود پر ’’مہذب دنیا‘‘ کا لیبل چسپاں کرنے پر بضد ہیں۔ مسلمانوں کی باہمی جنگ کی وجہ سے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت اور حقارت پھیلانے میں مزید کامیاب ہوں گے۔ اس کا فائدہ صرف اسلام دشمن قوتوں کو ہوگا‘ جو مغرب اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلام سے خائف ہیں۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 صفر المظفر 1441ھ جلد 28
22 تا 28 اکتوبر 2019ء شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دار الاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی باہمی جنگ و جدل سے اسرائیل براہ راست مستفید ہوگا جو مشرق وسطیٰ میں ایک نئی جنگ کا آغاز چاہتا ہے تاکہ گریٹر اسرائیل وجود میں آسکے۔ ان دو مسلمان ممالک کے مابین جنگ کا نقصان اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر پہنچے گا اس کا تصور ہی ہولناک ہے اور شاید اس نقصان کا ازالہ صدیوں تک ممکن نہ ہوسکے۔

آزمائش کی ان گھڑیوں میں تعمیری اور مثبت کردار ادا کرنا ہر مسلم ملک کی بھی بنیادی اور اصل ذمہ داری ہے۔ ہر کسی کی اوّلین کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ اُمت مسلمہ میں کسی گروپ بندی اور تقسیم و تفریق کا باعث نہ بنے بلکہ اُمت کے اتحاد و اتفاق کا موجب بنے۔ کیونکہ اُمت میں کسی بھی قسم کی دھڑے بندی اس وقت اسلام دشمن قوتوں کے مفاد میں جائے گی۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرقہ وارانہ بنیادوں پر کسی بھی قسم کی دھڑے بندی کی بجائے اس وقت اہم ترین ضرورت مسلمان ممالک کے ایسے اتحاد کی ہے جو مسلم ممالک میں بڑھتی ہوئی اس کشیدگی کو کم کرسکے۔ چاہے یہ کوشش او آئی سی کی سطح پر ہو یا ترکی' پاکستان اور دیگر بااثر مسلم ممالک کے غیر جانبدار اتحاد کی سطح پر ہو' جو ایران اور سعودی عرب کو یہ باور کراسکیں کہ آپس کی یہ لڑائی کسی بھی صورت میں اُمت مسلمہ کے مفاد میں نہیں ہے' لہٰذا اس سے ہر صورت گریز کیا جائے تو اسی میں عالم اسلام کی بہتری ہے۔

بیرونی قوتیں پھوٹ ڈالنے میں اسی وقت کامیاب ہوتی ہیں جب اپنا گھر in order نہ ہو۔ مسلم ورلڈ میں لیڈرشپ کے فقدان، او آئی سی کے غیر فعال ہونے اور باہمی ربط و اتحاد کی ضرورت کو محسوس نہ کرنے کی وجہ سے ہی آج کئی اسلامی ممالک اجتماعی دھارے سے نکل کر رفتہ رفتہ غیر مسلم اور اسلام دشمن قوتوں کے قریب ہوئے ہیں اور کئی بالآخران کے زیر اثر چلے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلی چند دہائیوں کے دوران ایران اور سعودی عرب دونوں کا طرزِ عمل اُمت مسلمہ کے اجتماعی مفاد کے برعکس اسلام دشمن قوتوں کے اہداف و مقاصد کے قریب تر رہا ہے۔ مثال کے طور پر عراق اور شام میں ایران کی بے جا مداخلت اور اسی طرح کئی عرب ممالک میں سعودی عرب کی بے جا مداخلت سے جہاں عالم اسلام کے اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچا، وہاں عالمی طاقتیں بھی اپنے اہداف کے اتنے قریب ہوگئیں کہ اب وہ خود ایران اور سعودی عرب کی سلامتی کے لیے بھی خطرہ بن چکی ہیں۔

موجودہ حالات کے تناظر میں عالم اسلام میں ایک ایسے مؤثر و مضبوط اتحاد کی ضرورت ہے جو تمام اسلامی ممالک کو اسلام دشمن قوتوں کے چنگل سے نکال کر خالصتاً اسلامی بنیادوں پر متحد کرے' تاکہ ہر اسلامی ملک' اسلامی بنیادوں پر قائم قومی دھارے میں شامل ہوکر مسلم اُمہ کی اجتماعی ترقی اور ترویج اسلام کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ پاکستان اور ترکی اس ضمن میں بہت اہم رول ادا کر سکتے ہیں اور انہیں کرنا بھی چاہیے۔ کیونکہ آزمائش کی ان گھڑیوں میں ہر مسلم ملک اور ہر مسلم فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کو لاحق اجتماعی خطرات سے نکالنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ ان حالات میں تمام مسلمانوں کے سامنے ایک ہی مقصد ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر صورت عالم اسلام کے اجتماعی دشمنوں کو شکست دینی ہے اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم آپس میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھنے کی ہر سطح پر ہر ممکن کوشش کریں۔ بقول اقبال:

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی!

پاکستان کی سیاسی قیادت نے اس حوالے سے ایران اور سعودی عرب کے مابین مصالحت کرانے کا ایک اچھا فیصلہ کیا۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ یہ فیصلہ دونوں فریقوں کی ایماء پر کیا گیا ہے تاہم اگر ایسا نہیں ہے تو اس کے باوجود بھی ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ اگر فوری طور پر صلح صفائی نہ بھی ہو سکی تب بھی اس دورہ کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ حالات مزید نہیں بگڑیں گے بلکہ ممکن ہے کچھ عرصہ تک حالات میں ٹھہراؤ آ جائے تو یہ بھی غنیمت ہوگا۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے کسی پیچیدہ فلسفہ یا سائنسی مہارت کی ضرورت نہیں کہ امریکہ اور اس کے اتحادی عالم اسلام کو ٹارگٹ کر رہے ہیں اور وہ کبھی بھی اپنے اہداف سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ جو بھی ان کے اہداف کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے تو اُسے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں شاہ فیصل اور ذوالفقار علی بھٹو کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ وہ بھی عالم اسلام میں اتحاد و اتفاق کا ایجنڈا لے کر آگے بڑھنا چاہتے تھے، لیکن ان دونوں کو راستے سے ہٹا دیا گیا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ وزیراعظم عمران خان ان سب باتوں سے آگاہ ہوں گے اور عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق کے لیے اپنی کوششوں کے ساتھ ساتھ احتیاط کو بھی لازم پکڑیں گے۔ امریکہ کی بدنیتی اور تعصب کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امریکہ اور یورپ نے خود کو ایٹم بم سے مسلح کیا لیکن ان کے ایٹم بم کو عیسائی بم نہ کہا گیا، بھارت کے ایٹم بم کو ہندو بم نہ کہا گیا لیکن پاکستان کے ایٹم بم کو اسلامی بم کا نام دے کر دنیا بھر میں بدنام کیا گیا۔ ایران کو ایٹم بم نہ بنانے پر مجبور کیا گیا۔ یہ مذہبی تعصب کی انتہا ہے۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ امریکہ اور اتحادیوں کو پاکستان، ایران اور سعودی عرب سے مسئلہ نہیں درحقیقت یہ اسلام دشمنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک نظام خلافت قائم تھا' مختلف 'رنگ' نسل اور زبان کے حامل مسلمان ایک ملت کی صورت میں باہم متحد و منظم تھے' پھر دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے جب تمام مسلمانوں کا یہ نمائندہ ادارہ ختم ہوگیا تو ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر کر پارہ پارہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت کو ازسرنو سمجھنے اور اسے قائم کرنے کی پُرخلوص جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو ہدایت عطا فرمائے اور اس کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

توحید کے عملی تقاضے

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں نائب ناظم نشرواشاعت ڈاکٹر ضمیر اختر خان کے 11 اکتوبر 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! دعوت فکر اسلامی مہم کے سلسلے میں آج ہمارا موضوع ''توحید عملی'' ہے۔ یعنی توحید کے عملی تقاضے کیا ہیں؟

الحمدللہ! یہ بات مسلمانوں پر عیاں ہے کہ توحید ہمارے دین کا اصل الاصول ہے۔ یعنی ہمارے دین کی بنیاد توحید ہے۔ باقی سب اس نکتہ توحید کی تفسیریں ہیں۔ توحید کے دو پہلو ہیں۔ ایک عقیدہ اور دوسرا اس کے عملی تقاضے۔ ہمارے ہاں عقیدے کے پہلو پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے لیکن عملی پہلو پر توجہ کم ہوتی ہے۔ آج ہم ان شاءاللہ اسی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ توحید کے عملی تقاضے کیا ہیں۔

توحید عملی کیا ہے؟ اس حوالے سے ہم یہاں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول کو نقل کریں گے۔ ہماری تاریخ کے مجددین میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بہت نمایاں مقام ہے۔ انہوں نے توحید کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ توحید فی المعرفہ یا توحید فی العقیدہ

عرب کی مساجد میں جس چیز کو زیادہ موضوع بحث بنایا جاتا ہے وہ توحید فی العقیدہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہونا چاہیے۔ لیکن توحید کا اطلاق پوری زندگی پر ہوتا ہے' بالخصوص اس کے عملی تقاضوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے اور سارا فوکس عقیدہ پر رہ جائے تو پھر توحید کا حق ادا نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ١١٠﴾ (الکھف) ''پس جو کوئی بھی اُمید رکھتا ہو اپنے رب سے ملاقات کی تو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

اسی سورت کے درمیان میں توحید عملی کا بھی ذکر ہے:

﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ٢٦﴾ (الکھف) ''اُس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں' اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو بھی۔''

آپ تصور کیجیے کہ ہم توحید فی العقیدہ کو تو بہت زیادہ پھیلائیں لیکن دوسری طرف اگر ہم پر باطل کی حکمرانی ہو اور اس کے مقابلے میں اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کی جدوجہد نہ کریں تو کیا توحید کا حق ادا ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ ادھورا معاملہ ہوگا۔

2۔ توحید فی الطلب

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے توحید کا دوسرا حصہ توحید فی الطلب بیان کیا۔ یعنی توحید انسان کے مقصود و مطلوب زندگی سے ظاہر ہو۔ مثال کے طور پر ایک بندہ سورۃ الاخلاص کی روز تلاوت کرتا ہے جو کہ توحید کے حوالے سے قرآن کی جامع ترین سورت ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم چلنے کی بجائے کسی اور کا حکم چل رہا ہو اور وہ بندۂ مومن اس پر اکتفا کرلے اور خوش ہو کر بیٹھ جائے کہ میں تو موحد ہوں تو یہ اس کی کم فہمی اور کج فہمی ہے۔

مرتب: ابوابراھیم

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد توحید پر ہوتی تھی۔ قرآن میں ارشاد ہے:

''اور قومِ عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اُسؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو' تمہارا کوئی الٰہ اس کے سوا نہیں ہے' تو کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' (الاعراف:65)

توحید کی دعوت عقیدہ سے شروع ہوتی ہے اور توحید عملی کی طرف جاتی ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام صرف عقیدہ توحید کی دعوت دیتے رہتے اور ﴿وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ٢٦﴾ کے پیش نظر توحید عملی کی طرف نہ بڑھتے' یعنی فرعون کو یہ نہ بتاتے کہ تیرا رب ہونے کا دعویٰ جھوٹا ہے تو فرعون کو ان کے عقیدہ توحید پر زیادہ اعتراض نہ ہوتا۔ اس کو خطرہ وہاں سے لاحق ہوا جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ رب تو وہ ہے جس کا پوری کائنات پر حکم چلتا ہے اور اس زمین پر حاکمیت کا حق صرف اُسی کا ہے۔

آخر نمرود کو کیا تکلیف تھی کہ ابراہیم علیہ السلام ایک اللہ کو رب مانتے ہیں' تکلیف تو اسے اس وقت ہوئی جب اس کے ﴿اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ﴾ ''میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔'' کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ ''اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے (اگر تو خدائی کا مدعی ہے) تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا'' (البقرۃ:258)

تب اس کے کان کھڑے ہوئے کہ یہ تو کسی اور کی بادشاہی کا اعلان کر رہا ہے۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی فرعون نے جو اقدام کرنا چاہا تھا کہ ﴿ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى﴾ ''مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔'' (المؤمن:26) وہ محض اس بنیاد پر نہیں تھا کہ یہ ایک رب کو مانتا ہے بلکہ اس بنیاد پر تھا کہ یہ میری ربوبیت کو چیلنج کر رہا ہے' یہ میری تہذیب کو اکھاڑنے کے چکر میں ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء و رسل کی تعلیمات میں ہمیں توحید فی العقیدہ کا ذکر بھی ملتا ہے اور توحید عملی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ لیکن تمام انبیاء کا اپنے وقت کے فرعونوں اور نمرودوں سے ٹکراؤ صرف اُسی وقت ہوتا تھا جب انہیں توحید عملی کی

دعوت دی جاتی تھی۔ یہیں تو آ کر کے مسئلہ کھڑا ہوتا ہے اور جب مخالفت ہوتی ہے تو پھر توحید کے تمام پہلو اس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔

ایک شخص زبان سے اقرار کرتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ گویا اس نے توحید فی العقیدہ کا تقاضا پورا کر دیا۔ ساتھ ہی وہ سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرتا ہے تو گویا بہت عمدہ انداز میں اسے عقیدۂ توحید کی تعریف بھی سمجھ میں آ گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ اپنی عملی زندگی میں بھی اللہ کو ایک مان رہا ہے، یعنی اللہ کے احکامات پر عمل کرتا ہے، ارکان اسلام کی پابندی کرتا ہے، معاش میں حلال وحرام کا خیال رکھتا ہے، اپنی معاشرت میں بھی اللہ کے احکامات کو بالاتر رکھتا ہے تو گویا وہ توحید فی الطلب کے تقاضے بھی پورے کر رہا ہے۔

توحید عملی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے جو لوگ صرف اللہ کو ہی اپنا رب مانتے ہیں ان کے نزدیک تمام انسان برابر ہوں۔ ان میں ذات پات، اونچ نیچ اور آقا وغلام کی کوئی تمیز روا نہ رکھی جائے کیونکہ سب کا مالک اور خالق ایک اللہ ہے۔ سارے انسان آدم وحوا کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ تم سب کو ہم نے ایک مرد وعورت سے تخلیق کیا ہے۔ تم میں سے کوئی کسی اور اعتبار سے بڑا یا کمتر نہیں ہے سوائے اس کے کہ بڑائی کا معیار تقویٰ ہے:

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط﴾ ''یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔'' (الحجرات: 13)

یہ نہیں کہ کوئی کسی سیدزادے کے گھر پیدا ہوا ہے تو وہ جو مرضی ہے کرتا رہے، چاہے فسق وفجور میں مبتلا ہو، شیطنت کا علمبردار ہو پھر بھی لوگ اس کے پاؤں اس لیے چھوئیں کہ وہ سیدزادہ ہے۔ یہ توحید کا تقاضا نہیں ہے۔ کیا آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنے آپ کو آگ سے بچانے کی فکر کرو میں قیامت کے دن تمہارے کسی کام نہیں آ سکوں گا؟ لہٰذا توحید عملی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بندوں میں کسی نسلی، لسانی یا علاقائی بنیاد پر تفریق نہ کی جائے۔

اسی طرح توحید عملی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر معاش اللہ کے حکم کے مطابق اختیار کی جائے۔ اگر ہم توحید کا اقرار زبان سے تو کریں لیکن عملی طور پر معاش میں اللہ کا حکم ماننے سے اس لیے انکار کر دیں کہ جی مجبوریاں ہیں، پوری دنیا میں سود چل رہا ہے، ہم بچ نہیں سکتے وغیرہ تو کیا ہماری یہ مجبوری اللہ کے ہاں قابلِ قبول ہوگی؟ یہ خودفریبی ہے اور اس سے ہمیں بچنا چاہیے۔

مسلمانوں کے ہاں توحید فی العقیدہ میں احتیاط ہوتی ہے البتہ مسلمانوں کی اکثریت کس طرح توحید کا التزام کرتی ہے یہ الگ موضوع ہے۔ اسی طرح عبادات میں بھی توحید فی العقیدہ کا خیال رکھا جاتا ہے۔ نماز پڑھتے ہوئے لوگ اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں بلکہ وہ مشرکین بھی جو بتوں کو سجدہ کرتے تھے وہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان پتھر کی مورتیوں کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ان کے توسط سے اللہ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط﴾ (الزمر: 3)

''(وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کو صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔''

یہ وسیلہ کا تصور آج ہمارے ہاں بھی موجود ہے۔

اسی طرح سماجی رسومات کا معاملہ ہے۔ نکاح کرنا اللہ کا حکم ہے اور اس کی بہت فضیلت ہے۔ خطبہ نکاح میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کی جاتی ہے کہ:

((النکاح من سنتی اور فمن رغب عن سنتی فلیس منی))

سنت میں شادی کو انجام دینے کے لیے باقاعدہ ایک لائحہ عمل دیا گیا ہے۔ اب توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس لائحہ عمل کو اختیار کیا جائے لیکن اس طریقہ کار کو ناکافی سمجھ کر اپنی طرف سے اس میں رسموں کے اضافے کر لیے جاتے ہیں۔ پھر نکاح کی تقریب میں مولوی صاحب ایجاب وقبول بالکل سنت کے مطابق کرواتے ہیں لیکن وہاں گردوپیش کا ماحول کتنا توحید والا ہوتا ہے یہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ آج توحید عملی کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی میں اتنے گورکھ دھندے متعارف ہوگئے ہیں کہ عام آدمی کے لیے اپنے بچوں کی شادی کروانا مشکل ہوگیا۔ بجائے اس کے اگر توحید عملی کے تقاضے پورے کیے جائیں یعنی ہر معاملے میں اللہ کا حکم مانا جائے تو زندگی کتنی آسان ہو جائے۔

اسی طرح اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو توحید کے کیا تقاضے ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تجہیز وتکفین کے بالکل مختصر معاملات ہیں۔ لیکن آج کل کئی کئی دن تک لاش سردخانے میں محفوظ رکھی جاتی ہے کہ جب تک کہ فلاں جگہ سے قرابت دار نہیں آ جائیں گے اس وقت تک دفنائیں گے نہیں۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جیسے ہی جنازہ ہو جائے اس کو دفنانے میں جلدی کرو۔

اسی طرح سماجی زندگی میں توحید عملی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان میں کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہیں ہے۔ جب کلمہ پڑھ لیا تو سب برابر ہو گئے۔ لیکن آج ذات پات کا رواج اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ ہم شادی بیاہ بھی ذات پات دیکھ کر کرتے ہیں اور ہر طرح کے سماجی تعلقات بھی اسی بنا پر رکھتے ہیں۔ یہ باتیں توحید عملی کے منافی ہیں۔

اسی طرح سیاسی نظام میں توحید عملی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم نافذ ہو۔ لیکن اس حوالے سے آج پوری دنیا فیصلہ کر چکی ہے کہ اللہ کی حاکمیت کو قائم نہیں ہونے دینا۔ نائن الیون کے بعد ٹونی بلیئر نے کہا تھا کہ ہم کہیں بھی دنیا میں نظام خلافت قائم نہیں ہونے دیں گے۔ اس کا یہ جملہ بہت مشہور ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ انسانیت کے لیے ہم نے جو سسٹم بنایا وہی چلے گا اور وہ جمہوری نظام ہے۔ جمہوریت کا کلمہ یہ ہے کہ عوام کی حکومت عوام کے ذریعے اور عوام کے لیے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دیتا ہے کہ:

''اُس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں' اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو بھی۔'' (الکہف: 26)

آج ہم جس نظام کو لے کے چل رہے ہیں وہ جمہوری نظام ہی ہے جہاں قوانین بندے بناتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے دستور میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے خلاف دستور سازی نہیں ہوگی۔ لیکن کیا ہمیں اپنے دستور کو اس شق کے مطابق کرنے کی توفیق ہوئی؟ جب مطالبہ کیا جاتا ہے کہ دستور کو اسلامائز کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ فی زمانہ یہ قابل عمل نہیں ہے کیونکہ اگر ہم نے ایسا کر لیا تو دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ابھی حال ہی میں کے پی کے میں بچیوں کے لیے ایک آرڈیننس جاری ہوا کہ بچیاں سکارف اوڑھ کر سکولوں اور کالجوں میں جائیں گی لیکن شام کو ہی یہ آرڈیننس منسوخ کر دیا گیا۔ حالانکہ سکارف مکمل اسلامی حجاب نہیں ہے بلکہ حجاب کا کم سے کم تقاضا ہے۔ اصل وجہ کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ غیر اللہ کا ڈر ہے' عالمی آقا ناراض ہو جائیں گے لیکن وہ رب جو تمام جہانوں کا رب ہے اس کا ڈر نہیں ہے۔ تو کیا توحید کے عملی تقاضے پورے ہوئے؟

ہمارے ہاں پارلیمنٹ میں ساری بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ ہوا اور ایک ایسے گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا جس نے ختم نبوت میں نقب لگائی تھی۔ لیکن یہ معاملہ دنیا کو کتنا چبھتا ہے اور دنیا کے دباؤ میں آ کر

ہمارے ہاں توحید فی العقیدہ کے علمبرداروں نے ختم نبوت کی شق کو ختم کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا؟ اب بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے کہ کسی طرح ختم نبوت اور توہین رسالت کی شقوں کو ختم کردیا جائے۔ حالانکہ یہ ملک ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا اور ہمارا دعویٰ تھا کہ ہم یہاں اللہ کی حاکمیت قائم کریں گے۔ خاص طور پر ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کا تو آج بھی یہی دعویٰ ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ملک میں اسلامائزیشن کے لیے تحریک چلانی چاہیے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جمہوری طریقے سے سارے معاملات کو چلانا ہے کیونکہ ہم یہاں جمہوریت کے تسلسل کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی جمہوریت کے تسلسل کے قائل تھے لیکن وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عوام کی حاکمیت ویسا ہی شرک ہے جیسا کہ کوئی بت کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ جس طرح سجدہ صرف اللہ کا حق ہے اسی طرح زمین پر حاکمیت بھی صرف اللہ کا حق ہے۔

ثابت ہوا کہ توحید کو صرف عقیدے کے طور پر مان لینا کافی نہیں ہے، یعنی اللہ کو واحد مان لینا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ کو واحد مان کر اس کی وحدانیت کے عملی تقاضوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں پورے کرنا بھی ضروری ہیں۔ میں اکثر علماء حضرات کو توجہ دلاتا ہوں کہ جب رمضان آتا ہے تو ہم **کتب علیکم الصیام** کا حق ادا کرتے ہیں۔ مسجدیں آباد ہوجاتی ہیں، راتوں کو قرآن سنائے جاتے ہیں لیکن اسی آیت سے چند آیات پہلے **کتب علیکم القصاص** کی آیت ہے۔ اس کو کب ہم جاری کریں گے۔ کیا اللہ کے قوانین کو ہم نے تقسیم کردیا ہے؟ قرآن میں حدود وتعزیرات کے قوانین بیان ہوئے ہیں اُن پر کب عمل درآمد ہوگا؟

بہرحال عقیدۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لے آنا تو بڑا آسان ہے لیکن توحید کے علمی تقاضوں کو پورا کریں گے تو ہم حقیقی معنوں میں مومن کہلائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف کلمہ ’توحید‘ نہیں پڑھا تھا بلکہ اس پر عمل بھی کرکے دکھایا تھا تب ہی دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوا اور اسلامی نظام دنیا میں قائم ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ ہمارا کام تھا لیکن ہم نے عملی تقاضوں کو بھول کر صرف عقیدے کو کل اسلام سمجھ لیا۔ اب بھی ہم توحید کے عملی تقاضے پورے کریں تو اسلام قائم ہوگا۔ جدوجہد کرنا ہمارا کام ہے، کامیابی دینا اللہ کا کام ہے، ہم اصل میں خالق کی جستجو میں اپنی منزل کی طرف آگے نہیں بڑھ رہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے بشارت دی ہے کہ قیامت سے پہلے اللہ کا دین کل روئے ارضی پر قائم ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ’’بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق ومغارب دیکھے اور یقینا میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لیے لپیٹا گیا‘‘۔ (رواہ مسلم)

یہ تو طے ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا دین غالب ہوکر رہے گا مگر اصل میں آزمائش یہ ہے کہ ہم مسلمان کیا کررہے ہیں؟ توحید کا نظریہ عمل کی دنیا میں اُسی وقت آئے گا جب اس کے عملی تقاضے پورے ہوں گے۔ ورنہ توحید صرف بحث ومباحثہ کا موضوع بن کررہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے حوالے سے بحثیں تو چل رہی ہیں لیکن اس کے عملی تقاضوں پر عمل کہیں نظر نہیں آرہا۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا۔

زندہ قُوّت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے، فقط اک مسئلۂ علمِ کلام

جب ہم عقیدہ توحید کے زبانی اقرار سے آگے بڑھ کر توحید کے عملی تقاضے بھی پورے کریں گے اس وقت ہم سچے مسلمان بن جائیں گے، تب اللہ کی مدد بھی آئے گی اور دین بھی غالب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❀❀❀

دعوت فکرِ اسلامی مہم

تنظیمِ اسلامی کا پیغام — نظامِ خلافت کا قیام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

ہمارا ذریعہ دعوت: الہدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے

تنظیمِ اسلامی

www.tanzeem.org

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

24

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

79 من چہ گویم وصفِ آں خیر الجیاد | کوہ و رُوے آبہا رفتے چو باد

(اے پسر! اصیل گھوڑا تاریخ انسانی میں بہادر اور جنگجو لوگوں کا سرمایہ رہا ہے) آج کے دورِ غلامی میں اس عمدہ نسل کے حیوان کا کیا وصف بیان کروں جو پہاڑوں اور پانیوں پر ہوا کی رفتار سے گزرنے والا تھا

80 روزِ ہیجا از نظر آمادہ تر | تند بادے طائفِ کوہ و کمر!

(بے خدا حکمرانوں اور بے خدا تہذیب کے خلاف) جہاد کے دن (موقع پر) وہ نظر سے زیادہ تیز ہوتا تھا وہ تیز (طوفانی) جھونکوں کی طرح پہاڑوں اور وادیوں پر گزرتا تھا

81 در تگِ او فتنہ ہائے رستخیز | سنگ از ضربِ سُمِ او ریز ریز

اس (گھوڑے) کی چال میں قیامت کے سے فتنے تھے (دشمنوں اور بے دینوں کو حیرت زدہ کرتا تھا) اس کے سُم کی ٹھوکر سے پتھر ریزہ ریزہ ہوجاتے تھے

79۔ اے پسر! آج یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ ایسا اصیل گھوڑا مردِ مومن کے لیے کتنا ضروری ہوتا تھا۔ یہ باوفا حیوان صدیوں یونانیوں، رومیوں اور مسلم افواج کے زیرِ استعمال رہا ہے نہ یونانی دہشت گرد کہلائے، نہ رومی دہشت گرد کہلائے (صرف یہ وجہ ہے کہ مغرب کی موجودہ تہذیب کے بانی مبانی ہیں اور یونانی اصنام پرستی اور رومی ظالمانہ طرزِ حکومت ہی حالیہ مغربی تہذیب کے اجزائے ترکیبی ہیں۔) علامہ اقبال اس طرح سوچے تو دہشت گرد کہلاتا ہے۔ سلطان مظفر جیسے مردِ مسلمان کے لیے اس کا یہ گھوڑا 'خیر الجیاد' نہایت محبوب تھا اور اپنے وقت میں پہاڑوں اور دریاؤں میں برابر کی برق رفتاری کے ساتھ سفر کرتا تھا اور مالک کے عزائم کو بروئے کار لانے میں سرگرم اور بے تاب رہتا تھا۔

80۔ یہ سلطان مظفر اپنے وقت کے بے خدا حکمرانوں اور بے خدا تہذیب اور اس کے پشتیبانوں کے خلاف مصروفِ جہاد رہتا تھا ❶ اور ضرورت کے وقت یعنی دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا یہ باوفا گھوڑا نظر سے زیادہ تیز رفتاری سے لپکتا تھا اور پہاڑوں اور وادیوں میں ہوا سے زیادہ تیز رفتاری سے جا پہنچتا تھا۔ یہ گھوڑا طوفانی جھونکوں کی طرح پہاڑوں اور وادیوں پر گزرتا تھا۔

81۔ یہ خدا ناشناس، خود ناشناس دشمنوں اور انسان دشمن اور اخلاق دشمن لوگوں کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ اس کی چال (اور رفتار) میں قیامت کے فتنے تھے وہ اپنے سوار (سلطان مظفر) کی طرح مخالفوں سے نبرد آزما رہتا تھا۔ ان کی صفوں میں گھس کر درہم برہم کر دیتا اور سوار کے عزائم کو کامیاب بناتا تھا۔ اس کے سُم کی ٹھوکر سے پتھر ریزہ ریزہ ہوجاتے تھے۔ کسی صاحب ایمان انسان (جو شعور کی اعلیٰ سطح پر ہو) کی زندگی کے رویوں سے اس کے ساتھ ربط و ضبط (INTERACTION) رکھنے والا حیوان بھی عام انسانوں سے بہت بلند ہو جاتا ہے۔ ❷

---

❶ 630ء میں سفرِ تبوک کے موقع پر قیصرِ روم اپنی دو لاکھ سپاہ اور اسلحہ اور شان و شوکت کے ساتھ فلسطین کے علاقے میں موجود تھا جس کے مقابلے کے لیے صحرائے عرب کے درویش حکمران حضرت محمد ﷺ 30,000 رضا کاروں کے ساتھ آئے ایسے رضا کار جنہیں راشن میں کبھی صرف ایک کھجور حصے میں آتی تھی۔ حضرت محمد ﷺ کا یہ سفر عیسائی حکمران ملک غسان کے ایک مسلمان سفیر کے قتل کے نتیجے میں ہونے والی چپقلش کا نتیجہ تھا مگر یہ قیصرِ روم حضرت محمد ﷺ کے مقابلے میں نہیں آیا 'بزدل' اور ڈرپوک کا لیبل اپنے ماتھے پر قبول کر لیا مگر میدانِ جنگ میں نہ آیا۔ کہاں گئی جرنیلی اور کہاں گیا وہ اسلحہ اور فوجی بے پناہ قوت۔ حضرت محمد ﷺ 30,000 رضا کاروں کے ساتھ دہشت گرد اور قیصرِ روم دو لاکھ مسلح افواج کے جلو میں خدا دشمن اور اخلاق دشمن رویوں کے ساتھ موجودہ مغربی تہذیب کا ممدوح، انسان دوست اور روشن خیال اور ہیرو۔ ایں چہ بوالعجبی است؟

❷ اسی قسم کے ایک واقعہ کی مثال ہمارے علاقے جھنگ کے مشہور عالم دین (عمر 80 سال جو ماشاء اللہ MSC(Agri) بھی ہیں) نے سنائی کہ ان کے اجداد میں 110 سال قبل ایک پارسا شخص پولیس میں کانسٹیبل سے اوپر کسی RANK پر تھا اس پر رشوت کا الزام آ گیا۔ اُسے بلایا گیا اس نے تفتیشی سینئر افسر سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر کھڑا ہے اس کو چوری کا چارہ لا کر ڈال دو اگر وہ چوری (حرام) کا چارہ کھا جائے تو مجھ پر آپ کا الزام سچا ہوگا۔ اس کے گھوڑے نے چوری کا چارہ نہیں کھایا اور اس کو الزام سے بری قرار دے دیا گیا۔

آج اگر ہم اللہ کے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں اور اللہ کی حکمرانی کو قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے سوائے سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی لینے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے: ڈاکٹر عبدالسمیع

سیکولر ڈاکٹرائن کے ذریعے بچوں کے ذہن کو بدلا جا رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول ﷺ سے دور ہو جائیں تاکہ دجالی قوتیں ان پر حاوی ہو جائیں، ان کو استعمال کریں اور پھر تباہ و برباد کر دیں: آصف حمید

دور حاضر کے چیلنجز اور ان سے نمٹنے کے تقاضے کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر محمد حسیب اسلم

سوال: موجودہ دور میں امت مسلمہ کا سب سے بڑا مسئلہ اور چیلنج کیا ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: علامہ اقبال نے سمرائز کیا ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

دین فطرت کی مخالفت اول روز سے رہی ہے چاہے اس کا نام کچھ بھی رکھا جاتا ہو۔ انسان کے اس زمین پر آنے سے پہلے جنت میں شیطان نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے منحرف کیا' اگر غور کیا جائے تو یہی چیز انسانی تاریخ میں اب تک چل رہی ہے۔ آج اس چیلنج کا بظاہر عنوان سیکولرازم ہے لیکن اصل میں یہ سیکولرازم بھی نہیں ہے۔ سیکولرازم کا مطلب ہے دنیوی امور کو مذہب کے بغیر زیر بحث لانا، ان کو ترتیب دینا، ان کی منصوبہ بندی کرنا اور ان کو انجام دینا۔ یعنی دنیوی امور میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ سیکولرازم کی جو تعریف آکسفورڈ ڈکشنری میں 1995ء کے ایڈیشن میں آئی ہے وہ اس حقیقت کو کھول کے رکھ دیتی ہے:

Belief that laws and education should be based on facts and Science etc. rather than religion

بظاہر سیکولرازم یہ کہتا ہے کہ ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی ایک خدا کو مانتا ہے یا دو کو مانتا ہے یا کوئی کئی خداؤں کو مانتا ہے لیکن دنیوی امور میں کسی مذہب کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ مگر دوسری طرف اس میں تعلیم کو جو شامل کیا گیا ہے سارا فساد اسی میں ہے۔ وہ فساد یہ ہے کہ تعلیم کے ذریعے یہ باور کرایا جائے کہ حقیقت صرف وہی ہے جو سائنسی بنیادوں پر ثابت ہو سکے۔ یعنی جو حواس خمسہ کی گرفت میں آئے۔ جس کو ہم دیکھ سکیں، سن سکیں، چکھ سکیں، چھو سکیں اور سونگھ سکیں وغیرہ۔ اسی طرح verify کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سائنس کہہ رہی ہے کہ ہر جگہ میگنیٹک ویوز پھیلی ہوئی ہیں لیکن وہ حواس خمسہ کی گرفت میں نہیں آتیں۔ لیکن ابھی میرے فون کی گھنٹی بجے گی اور میں یہیں بیٹھے بیٹھے امریکہ میں کسی سے بات کرلوں گا تو یہ verify ہو جائے گا کہ الیکٹرک مائیکرو ویوز ہیں۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

آصف حمید: ڈاکٹر صاحب نے بڑے مدلل انداز میں سیکولرازم کو امت مسلمہ کا سب سے بڑا چیلنج قرار دیا۔ میں ان کی بات کی تائید کرتا ہوں۔ سیکولرازم کو قدیم اصطلاح میں سمجھیں تو آج کل کا سب سے بڑا چیلنج دجالیت ہے۔ دجال کے نام سے امت مسلمہ واقف ہے۔ دجال کا نام محاورں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے، آنے والے واقعات کے حوالے سے بھی استعمال ہوتا ہے اور صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت تک کوئی بھی فتنہ دجال کے فتنے سے بڑا نہیں ہے۔ آج ہمارے سامنے دجالیت کے تین لیولز آ رہے ہیں جن کا امت مسلمہ کو چیلنج کے طور پر سامنا ہے۔ ان میں سب سے پہلا چیلنج سیکولر نظام ہے۔ دوسرا معیشت میں سود کا نظام ہے اور تیسرا معاشرت میں بے حیائی اور بے راہروی ہے۔ یہ تین چیزیں ہیں جو اس وقت دجالیت کے ٹائٹل کے تحت ہم پر مسلط ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟“ (البقرۃ:85)

آج ان تینوں لیولز (سیاسی، معاشی اور معاشرتی) پر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ دین کی کچھ باتوں کو لے لیا جائے اور باقی اپنی مرضی کی جائے۔ جواز یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ ہم نے دنیا کے ساتھ چلنا ہے۔ اسی بنیاد پر آج کل دجالیت پنپ رہی ہے اور اسی چیز سے مسلمانوں کو اللہ ورسول ﷺ سے دور کیا جا رہا ہے بالخصوص انکار حدیث کے فتنے نے اس چیز کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ آج دجال کی شخصیت تو موجود نہیں ہے لیکن دجالی فتنہ بدرجہ اتم موجود ہے اور وہ ہمارے اندر سرایت کیے جا رہا ہے۔ ہم اس کا شکار ہو رہے ہیں، اللہ و رسول ﷺ پر ہمارا ایمان کمزور ہو رہا ہے اور مادہ پر ہمارا ایمان زیادہ ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے کتابچے: ”اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام“ میں اس بات کا خلاصہ بیان کر دیا ہے کہ کس طرح مغربی سوچ نے یہاں آکر تین چیزوں کو تین چیزوں سے replace کر دیا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان کی بجائے اس کائنات پر ایمان بنا دیا۔ حالانکہ ہمارے ایمان کی رو سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔“ (الاخلاص:3)

لیکن اس کے مقابلے میں دجالیت کی طرف سے قانون بقائے مادہ کو سامنے لایا گیا کہ مادہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ دوسرا آخرت کی بجائے دنیا پر ایمان بنا دیا۔ سیکولر کے لفظی معنی دنیا ہے۔ یعنی پتا نہیں آخرت ہے یا نہیں ہے لہٰذا ساری دوڑ دھوپ اسی دنیا کے لیے کرو۔ تیسری چیز روح کو مادے سے replace کر دیا۔ یعنی مادیت چھا گئی اور روحانیت دم توڑ گئی۔ اب دنیا میں دین

کا نام لینے والے بہت کم لوگ رہ گئے ہیں۔

سوال: ہمارے جدید اور قدیم اسلامی تعلیمی نظام پر سیکولر اثرات کس حد تک پڑ رہے ہیں؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: دونوں طرح سے یہ اثرات پڑ رہے ہیں۔ مثلاً کوئی مسلمان آج چھ مہینے یورپ میں لگا کے آئے تو کہتا ہے کہ اصل اسلام تو وہاں پر ہے۔ یعنی اس کے نزدیک عمل اصل ہے اور ایمان اصل نہیں ہے۔ یہ بھی اصل میں سیکولر ٹرینڈ ہے۔ حالانکہ ہمارے دین میں ایمان اصل ہے عمل کا درجہ ثانوی ہے۔ یعنی عمل پر معافی مل سکتی ہے لیکن ایمان پر معافی نہیں ہے۔ آپ کو باقاعدہ کفر سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں آنا پڑے گا۔ تب آپ کے لیے عافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہمیں اس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر کوئی غلط عمل بھی ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس کے غلط اثرات کو زائل کر کے آپ کو اس کا فائدہ دے دے۔ لیکن ایمان پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ سیکولرازم کے دنیا پر جو اثرات ہیں وہ صرف وہی نہیں ہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔ سیکولرازم کا کیچ ورڈ آزادی (liberty) ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ مغرب میں ہر چیز کی مکمل آزادی ہے لیکن ایسا تو نہیں ہے۔ پاکستان میں آپ جو مرضی ہے کریں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے لیکن مغرب میں اگر آپ نے ایک اینٹ بھی نقشے کے مطابق نہیں لگائی تو آپ کی پکڑ ہو گی۔ لہٰذا سیکولرازم کا مطلب صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی سے آزادی ہے۔ جبکہ اسلام کے مطابق انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی غلامی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر صرف اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔'' (ذاریات:56)

لیکن اس حوالے سے مغرب میں من مانی زندگی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں بلکہ ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ جبکہ رسول کا تصور تو ویسے بھی سیکولرازم میں بڑا مظلوم ہے کیونکہ سیکولرازم میں رسول کا مختلف انداز سے انکار ہوتا ہے۔ کہیں انکار حدیث کا فتنہ ہے کہ یہ من گھڑت حدیثیں ہیں اور کہیں یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ ہیڈ آف دی سٹیٹ تھے اس لیے آپ ﷺ کی اطاعت ہوتی تھی۔ دوسری حیثیت یہ تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ اس حیثیت میں آپ ﷺ کا کام قرآن پہنچانا تھا جو آپ ﷺ نے پہنچا دیا۔ اب احکام میں ہمارے لیے ان کی کوئی ڈکٹیشن نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد نیا انداز آیا کہ سنت اصل چیز ہے لیکن وہ سنت ابراہیمی ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کی سنت سے آزاد ہونے کا ایسا طریقہ مل گیا کہ کتاب سے بھی یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ کتاب سے بھی مراد قرآن مجید نہیں ہے بلکہ اس سے مراد الکتاب ہے جس کا پہلا ایڈیشن تورات تھا، دوسرا زبور تھا، تیسرا انجیل تھا اور چوتھا ایڈیشن قرآن مجید ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کو جہاں سے جو چیز پسند آئے اور جو کرنے کو جی چاہے وہاں سے نکال کر اس کو دین قرار دے کر اس پر عمل کر لو۔ یعنی اللہ کی غلامی کے مقابلے میں من مانی زندگی بسر کر لو۔

آصف حمید: یہ ایک ابلیسی ایجنڈہ ہے۔ شیطان نے اللہ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ میں انسانوں کی اکثریت کو جہنم میں لے کر جاؤں گا:

''اور تو نہیں پائے گا ان کی اکثریت کو شکر کرنے والا۔'' (الاعراف:17)

> ریاست کے تین بنیادی ستونوں (انتظامیہ، مقننہ، عدلیہ) کا قیام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تاریخی کارنامہ ہے۔ آج بھی پولیٹیکل سائنس اس سے آگے نہیں جا سکی۔

ظاہر ہے شاکرین وہی ہوں گے جو اللہ کی ہدایت کو مانیں گے اور اس کا شکر ادا کریں گے۔ ابلیسی ایجنڈے کے تحت اسلام پر مختلف قسم کے حملے ہوئے ہیں۔ فتنہ انکار حدیث ان میں سے ایک ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر فتنہ قادیانیت ہے۔ یعنی ہمیں ہر لیول پر ابلیس محنت اور مشقت کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ قدیم تعلیمی نظام میں مذہب اور دنیا قریب قریب تھے۔ لیکن سیکولرازم کے ذریعے مذہب اور دنیا کے درمیان ہر لیول پر تفریق پیدا کی گئی۔

آج پاکستان کے اندر جتنی یونیورسٹیز ہیں ان کی مارکیٹنگ کے حربے بالکل وہی ہیں جو کچھ عرصہ پہلے امریکن یونیورسٹیوں کے لیے پاکستان میں استعمال ہوتے تھے اور ان یونیورسٹیز کے اندر ماحول بالکل مغربی ہے۔ تعلیمی نصاب میں سے اخلاقیات اور مذہب کو نکال دیا گیا بس ٹیکنیکل مضامین ہیں جن کی دنیا میں مانگ ہے۔ اب تو نصاب تعلیم میں حضور ﷺ کی رسالت کے حوالے سے بھی شکوک و شبہات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ یعنی قادیانیت کو راستہ دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح مسلم مشاہیر کا نام نکالا جا رہا ہے اور ان کی جگہ ہندوؤں کے نام ڈالے جا رہے ہیں۔ یعنی بچوں کو ایجوکیٹ کیا جا رہا ہے کہ آپ کے حقیقی ہیرو یہ تھے۔ اس طرح سیکولرازم کی ڈاکٹرائن کے ذریعے بچوں کے ذہن کو بدلا جا رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول ﷺ سے دور ہو جائیں تا کہ دجالی قوتیں ان پر حاوی ہو جائیں، ان کو استعمال بھی کریں اور پھر ان کو تباہ کر دیں۔

سوال: نظام تعلیم کے چیلنجز سے نکلنے کا کیا طریقہ ہے؟

آصف حمید: ہم کبھی بھی یہ نہیں کہتے کہ آپ عصری تعلیم حاصل نہ کریں۔ میں اس نظام تعلیم کو غلط سمجھتا ہوں کہ آپ بچوں کو صرف مدرسے میں پڑھائیں اور پھر وہ باقی معاشرے سے کٹ کر رہ جائیں، صرف ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیں یا کسی مدرسے میں ایک خاص فقہ کو پروموٹ کرنے تک محدود ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیوی تعلیم بہترین سے بہترین حاصل کریں لیکن اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات کا دامن نہ چھوڑیں۔ قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں، اس کو اپنا رہنما بنائیں۔ زندگی کے اصول و مبادیات کا ماخذ قرآن و حدیث ہونا چاہیے۔ اگر آپ بہترین ڈاکٹر ہیں تو آپ بہترین انسان بھی ہو سکتے ہیں، ایک بہترین عالم مسلمان بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا دنیوی تعلیم کے ساتھ اخلاقیات، دین، مذہب، قرآن و حدیث کا علم بھی لازمی ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: ہمیں دین کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن دنیوی نظام تعلیم کیا ہے۔ ہمارے سکول، کالج کے پڑھے ہوئے لوگوں کا مائنڈ سیٹ ایسا بنا دیا گیا ہے کہ جو چیز سائنسی بنیادوں پر ثابت ہو وہ حقیقت ہے اور جو چیز سائنسی بنیادوں پر ثابت نہ ہو سکے اس کا کوئی وجود نہیں۔ بدقسمتی سے ہماری اکثریت تعلیم حاصل کرنے کی نہ شوقین ہوتی ہے اور نہ طالب علم ہوتی ہے۔ ہماری اکثریت ڈگری اور نوکری حاصل کرنے کے لیے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ محدودے چند ذہین لوگ ہوتے ہیں جو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اگر اس نظام تعلیم میں پڑھایا گیا علم کسی مسلمان کی سمجھ میں آ جائے تو وہ کبھی اللہ کو نہیں مانے گا۔ اگرچہ اس میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو واقعتاً لبرل بھی ہوں گے، ان کے گھر کا ماحول قدامت پسند نہیں ہو گا تو وہ کھل کر کہہ دیں گے کہ میرا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کے گھر کا ماحول روایتی ہے ان کی گھٹی میں پڑا ہو گا کہ ماں باپ کا ادب کرنا ہے، ان کا کہنا ماننا ہے۔ ماں کہے گی بیٹا نماز پڑھو، باپ کہے گا بیٹا جمعہ پڑھو تو وہ ان کا حکم مانے گا۔ ایسے لوگ بھی بعد میں اپنی آخری عمر میں جا کر

ایمان کی شاہراہ پر چل پڑتے ہیں۔ جیسے علامہ اقبال تھے کہ بچپن میں والدہ اور استاد نے ان کی گھٹی میں یہ چیزیں ڈالی تھیں جن کا ظہور ان کی عمر کے آخری حصے میں ہوا۔ لیکن لبرل لوگ اس طرف نہیں آتے۔ وہ تقاضا کرتا ہے کہ مجھے میری ٹرمز میں سمجھاؤ کہ اللہ ہے۔ میں اپنی مثال دوں گا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے جو کھیپ تیار کی تھی اُن کو اُن کی ٹرمز میں دین سمجھایا تھا۔ اب یہ ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ ایک جذبے اور مشن کے ساتھ نکل کر اس سبق کو معاشرے تک پہنچائیں۔ ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کو ان کی ٹرمز میں سمجھائیں۔ یہ آج کے دور میں علمی سطح پر کرنے کا سب سے بڑا کام ہے۔ اگرچہ سیکولر نظام نے تعلیم کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک تحریک کی بھی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دین صرف خواص کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے۔ لیکن یہ دونوں محاذ ساتھ ساتھ چلیں گے۔ ایک جو ذہین عناصر ہیں، جو بغیر سمجھے اللہ کو بھی ماننے کو تیار نہیں ہیں ان کو انہی کی علمی سطح پر دعوت پیش کرنا ہوگی۔ جبکہ عوامی سطح پر بھی ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت پیدا کرنا، ان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا کرنا، توکل اللہ، صبر وشکر اور رسول اللہ ﷺ کے احسانات کو پروموٹ کرنا آج کے دور کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ دنیا سے توجہ ہٹانا اور آخرت کی فکر دلانا بھی ضروری ہے۔ انبیاء کے خطبات دیکھیں تو آخرت کے ذکر کے بغیر کوئی خطبہ نہیں ہوتا تھا۔

سوال: سیکولرازم اور دجالیت کے قوانین پر اس تعلیم کے کیا اثرات ہیں؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: امریکہ کی اکثریت عیسائیوں پر مشتمل ہے لیکن جب شراب پر پابندی لگی تھی تو وہ بائبل کے نقطۂ نظر سے نہیں لگی تھی، بلکہ حکومت کی طرف سے جو بل پیش ہوا تھا کہ شراب نوشی کی وجہ سے سالانہ اتنی اموات ہوتی ہیں، اتنے حادثات ہوتے ہیں، اتنے ٹاپ سیکرٹس لیک ہوتے ہیں، پولیس اور ہسپتالوں پر اتنا بوجھ بڑھ جاتا ہے وغیرہ اس پر پارلیمنٹ نے اعداد وشمار دیکھ کر پابندی لگا دی۔ میں نے اس حوالے سے باقاعدہ پادریوں سے کہا کہ آپ قوانین کو بائبل کے مطابق بنانے کے لیے آواز اٹھائیں لیکن وہ نہیں مانے۔ یعنی وہ مراعات کی لالچ میں ایسے قوانین کو بخوشی قبول کر رہے ہیں۔ وہ بائبل پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن اگر قوانین اس کے مطابق نہ بھی بنیں تو کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

اسلام کی دعوت کی اہمیت اس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ اسلامی قوانین میں عوام الناس کے لیے وہ برکات پوشیدہ ہیں جو کسی نظام میں نہیں۔ اسلامی نظام کے ظہور کا صحیح موقع حضرت عمرؓ کے دور میں آیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں اسلام غالب ہوا اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور فتنوں کو دبانے میں صرف ہوگیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے نظام حکومت کے جو معیارات قائم کیے آج پولیٹیکل سائنسز بھی اس سے آگے نہیں جا سکیں۔ نوع انسانی حضرت عمرؓ کے احسانات نہیں بھلا سکتی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے آئینی اور ریاستی سطح پر اپنی حیثیت کو ون تھرڈ پر reduce کیا اور انتظامی ہیڈ بن گئے۔ یعنی آپؓ نے عدالت کو قاضی کے حوالے کر کے علیحدہ کر دیا۔ اسی قاضی نے آپؓ کے خلاف سمن جاری کیا اور فیصلہ بھی دیا۔ پھر آپؓ نے تاریخ میں پہلی مرتبہ مجلس شوریٰ بنائی جہاں اہم معاملات پر مشاورت ہوتی تھی۔ گویا آپؓ نے مقننہ کو بھی اپنے آپ سے علیحدہ کر دیا۔ یعنی سٹیٹ کے تین بنیادی ستون کا قیام آپؓ کا کارنامہ ہے۔ آج بھی پولیٹیکل سائنس اس سے آگے نہیں جا سکی۔ سیکولر لوگ تو آزادی کے بڑے نعرے لگاتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ نے آزادی کا جو معیار قائم کیا اس کی مثال نہ تو آج تک قائم ہو سکی ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ ایک عام شخص مسجد میں خطبہ کے دوران ان سے سوال کرتا ہے اور اس کا جواب اس انداز سے دیا کہ وہ شخص مطمئن ہوگیا۔ پھر مساوات کا ایسا معیار قائم کیا کہ ایک خادم کے ساتھ بیت المقدس کا لمبا سفر کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ خود سوار ہو رہے ہیں اور دوسری دفعہ خادم سوار ہو رہا ہے۔ پھر آپؓ نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ویلفیئر کا نظام متعارف کرایا ہے کہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات ریاست کے ذمہ ہیں۔ آج یہ ساری چیزیں لوگوں میں متعارف کروانے والی ہیں کیونکہ اس وقت انسانیت سیکولرازم کے مضر اثرات کی لپیٹ میں ہے۔ سیکولرز کا ٹارگٹ دنیا ہے جبکہ اصل میں انسان کا ٹارگٹ آخرت ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا اور بندگی ہونا چاہیے لیکن اضافی طور پر اسلام کی برکات اور کامیابیاں دنیا کو بھی دکھانی چاہئیں کہ اسلامی نظام عدل وانصاف، مساوات اور فلاح کا مظہر ہے۔

سوال: دور حاضر کے چیلنجز سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟

آصف حمید: دجالیت یا لامذہبیت اس وقت بہت پھیل رہی ہے۔ آج کل ہمارے تعلیمی اداروں میں الحاد کا بہت خوفناک ٹرینڈ پروان چڑھ رہا ہے اور گھروں میں والدین بہت متفکر ہیں کیونکہ یہ بڑے منظم انداز میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک ہم دشمن کو نہیں پہچانیں گے تو اس وقت تک ہمیں پتا نہیں چلے گا کہ اس کے خلاف کون سی تدبیر اختیار کی جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، چنانچہ تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو!'' (الفاطر:6)

ہم آدم وابلیس کا قصہ پڑھتے ہیں لیکن شاید سمجھتے ہیں کہ ہم شیطان کے حملے سے بچے ہوئے ہیں۔ جب ابلیس نے اللہ کی نافرمانی کی تھی اس وقت سے خیر وشر کا یہ معرکہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ سلسلہ آج بہت بڑے پیمانے پر چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ آج ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے دوست کس کو بنانا ہے۔ یہ چیز ہمیں اپنے لوگوں کو سمجھانی ہے کہ تم کس کی طرف ہو۔ اگر اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہو تو پھر ٹھیک ہے ورنہ پھر شیطانی جال میں آنے کا خطرہ ہے۔ پہلی بات یہی ہے کہ ہم شیطان کو پہچانیں کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس کے بعد اپنا تعلق کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ساتھ مضبوط بنائیں۔ پھر ایسے لوگوں کی صحبت اور قرب اختیار کریں جو دین پر عمل پیرا ہیں۔ ایسی جماعتوں میں شامل ہوں جن کا مقصد اللہ کے دین پر چلنا ہے اور اللہ کے دین کو نافذ کرنے کی کوشش کرنا ہے تاکہ باطل نظام کا قلع قمع ہو۔ اس وقت دجالیت کا سیلاب بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اس کی رو شیطان کی طرف جا رہی ہے۔ اس وقت اسلام پر چلنا بہت مشکل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ)) (صحیح مسلم)

''اسلام کی ابتدا غربت (اجنبیت) کی حالت میں ہوئی تھی اور یہ اسی حالت میں پھر لوٹ جائے گا۔ تو بشارت ہے ''غرباء'' کے لیے۔''

ہمیں خاندانی نظام، تعلیمی نظام، معاشی نظام سمیت ہر لیول پر اسلام پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لیے ایسی جماعتیں موجود ہیں جن کو اللہ نے توفیق دی ہے

کہ وہ اسلام پر چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اور کونوا مع الصالحین کے مصداق ہمیں ان کا دامن پکڑنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے شامل حال ہو۔

سوال: دورِ حاضر کے چیلنجز سے نکلنے کے لیے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: اگر ہم نے اس نظام کا مقابلہ کرنا ہے تو وہ صرف دعوت سے نہیں ہوگا۔ اس حوالے سے ہمیں سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی لینی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مشن کا آغاز دعوت سے ہی کیا تھا لیکن اول روز سے ہی آپ ﷺ کے پیش نظر یہ تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو قائم کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور اپنے رب کو بڑا کرو!'' (المدثر:3)

اسی طرح سورۃ الشوریٰ میں بہت واضح انداز میں یہ بات کہہ دی گئی کہ:

''اور آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہے۔ اور (آپؐ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔'' (الشوریٰ:15)

سورۃ الشوریٰ مکی دور کے وسط میں نازل ہوئی ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ایسا دور نہیں آیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سگا چچا ابولہب قبیلہ کا سردار بنا اور اس نے آپ ﷺ کو خاندان بنو ہاشم سے بھی نکال دیا جس کے بعد مکہ میں دعوت دینا بھی ناممکن ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے وہاں جو کچھ ہوا وہ سب کے علم میں ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کو معراج پر بلایا گیا اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یقین دلا دیا کہ اللہ کی مدد اور تائید آپ ﷺ کے ساتھ ہے۔ پھر اس کے بعد ہجرت ہوئی اور ہجرت کے ساڑھے سات سال کے بعد مکہ فتح ہوگیا۔ یہ آپ ﷺ کا مشن تھا جس کا آغاز آپ نے دعوت سے کیا اور جو لوگ میسر آتے گئے انہوں نے آپ ﷺ کی اطاعت میں اپنے ہاتھ باندھے رکھنے کے اصول پر عمل کیا جو آپ ﷺ کے مشن کی کامیابی کی بہت بڑی علامت بنا۔ کیونکہ اس اصول کی بنا پر قریش کو آپ ﷺ کی تحریک کو کچلنے کا موقع ہی نہیں ملا اور آپ ﷺ کامیابی سے آگے بڑھتے گئے۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے پہلے چھ ماہ کے بعد مسجد نبوی قائم کی، مواخات قائم کی اور میثاق مدینہ کے ذریعے یہودیوں کو معاہدے میں جکڑ لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ والوں کو احساس دلایا کہ ہم آپ کی سیاسی و معاشی ناکہ بندی کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں قریش خود لڑنے کے لیے میدان میں آئے، نتیجہ میں غزوات ہوئے اور پھر صلح حدیبیہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی کی انتہا تھی کہ نبی اکرم ﷺ کو ایسے انداز سے خواب دکھایا کہ حضور سمجھیں کہ اسی سال عمرہ کے لیے جانا ہے حالانکہ خواب تو اگلے سال کا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ وہاں جائیں اور پھر ایک افواہ پر حضور ﷺ نے صحابہؓ سے موت پر بیعت لے لی جس کی وجہ سے قریش مجبور ہو کر صلح کرنے کے لیے آئے اور اس صلح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا۔ اس کے دو سال کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ بہرحال حضور ﷺ کی سیرت ہر اعتبار سے ہمارے لیے اسوہ ہے۔ آج اگر ہم پھر اللہ کے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں اور اللہ کی حکمرانی کو قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے سوائے سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی لینے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(10 تا 16 اکتوبر 2019ء)

جمعرات (10 اکتوبر) کو صبح 10:30 بجے اسلام آباد میں ملی یکجہتی کونسل کے خصوصی اجلاس بحوالہ مسئلہ کشمیر میں شرکت کی۔ اور موضوع کے حوالے سے اپنا مؤقف پیش کیا۔ اسی روز شام کو لاہور واپسی ہوئی۔ جمعہ (11 اکتوبر) کو قرآن اکیڈمی میں دفتری امور نمٹائے اور مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے ذمہ داران سے حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے مشاورت کے بعد پریس ریلیز کا اجراء کیا۔ ہفتہ (12 اکتوبر) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کی دفتری مصروفیات رہیں۔ اسی دن شام کو خیبر پختونخوا کے لیے روانگی ہوئی۔

اتوار (13 اکتوبر) 10:30 بجے حلقہ خیبر پختونخوا کے رفقاء سے ملاقات اور نئے رفقاء سے تعارف کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ ملاقات حسبِ سابق مرکز حلقہ سے متصل جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ میں ہوئی۔ طے شدہ معمول کے مطابق سب سے پہلے حلقہ میں شامل مقامی تنظیم کے امراء نے اپنے نقباء و معاونین اور نئے شامل ہونے والے رفقاء کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے منفرد اُسرہ جات کے نقباء کا تعارف کروایا۔ تعارف کے بعد سوال و جواب کی بھرپور نشست منعقد ہوئی جو قریباً سوا گھنٹہ جاری رہی۔ بعدہٗ امیر تنظیم کا مختصر تذکیری خطاب ہوا۔ آخر میں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے بالمشافہ امیر محترم سے بیعت کی۔ نمازِ ظہر تک یہ اجلاس جاری رہا۔ نماز ظہر کی ادائیگی اور ظہرانے کے بعد حسبِ پروگرام امیر محترم کی حلقہ کے ارکانِ شوریٰ کے ساتھ ایک بھرپور نشست رہی جس میں ارکانِ شوریٰ کے تفصیلی تعارف کے بعد حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے تفصیلی گفتگو رہی۔ اس سارے پروگرام میں ناظم اعلیٰ اور نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا امیر محترم کے ہمراہ تھے۔ بعد نمازِ عصر امیر محترم کا، نائب ناظم اعلیٰ خیبر پختونخوا میجر (ر) فتح محمد اور امیر حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی جناب محمد شمیم خٹک کے ہمراہ مولانا الطاف الرحمٰن بنوی سے ملاقات کے لیے مسجد درویش جانا ہوا۔ مولانا نے بہت اکرام کیا۔ بعد نمازِ مغرب امیر حلقہ کی خواہش پر اُن کے مکان پر عشائیہ کے لیے بھی جانا ہوا اور ان کے بیٹوں سے بھی ملاقات ہوئی۔

پیر (14 اکتوبر) کو گیارہ بجے دن لاہور واپسی ہوئی۔ منگل (15 اکتوبر) کو صبح 10:00 بجے ''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی'' میں مرکزی مجلس عاملہ کے طے شدہ اجلاس میں شرکت کی جو ظہر تک جاری رہا۔ بدھ (16 اکتوبر) قرآن اکیڈمی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ اسی دوران رجوع الی القرآن کورس پارٹ I کے طالبعلم کامران الحسن سے ان کی خواہش پر تفصیلی ملاقات ہوئی، جس میں تنظیم اسلامی کے حوالے سے گفتگو رہی۔ الحمدللہ! انہوں نے بیعت فارم پُر کر کے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی۔ بدھ کی شام نیوزی لینڈ سے آئے ہوئے ایک مہمان محمد راشد صدیقی ملاقات کے لیے آئے۔ وہ بانی محترمؒ کے افکار سے بہت متاثر تھے۔ اُن سے تقریباً 3 گھنٹے ملاقات رہی۔ اس موقع پر انہوں نے بھی تنظیم میں شمولیت کے لیے بیعت فارم پُر کر دیا۔

دگرگوں ہے جہاں......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

بھارت دوستی کا مشرقی خمار اترا تو تلخ حقائق کا سامنا ہے۔ ہم نے محبوب ترین تجارتی شراکت کار بنا کر بھارتی مصنوعات کے لیے دروازے چوپٹ کھول دیئے تھے۔ ہم سانپ اور کتے کے کاٹے تک کی ویکسین بھارت سے منگواتے ہیں بشمول دیگر ادویات کے۔ نتیجہ یہ کہ جب سے بھارت نے (کشمیر کی بنا پر) غرانہ شروع کیا ہے ہسپتالوں میں مریض سسکتے رہ جانے کی خبریں تواتر سے آ رہی ہیں۔ اسی تجارت کے ہاتھوں یہ بھی تو ہوا کہ ہمارا پانی بھارتی ڈیم پی گئے اور ہم لہسن پیاز ٹماٹر تک کے لیے بھارت کے محتاج ہو گئے۔ خشک دریاؤں میں بچے کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ (تاکہ وزیراعظم بن سکیں) اور زراعت بھارت کا منہ تک رہی ہے۔ تاجروں کا ٹینٹوا طرح طرح سے دبانے کا نتیجہ تو عوام بھگت رہے ہیں۔ لوٹ مار پر کوئی کنٹرول نہیں، ہمہ نوع ٹیکسوں کا رخ عوام کی جان ناتواں پر ہے۔ دال میں سے چار کنکر نکال کر اسے دگنی قیمت پر بیچ رہے ہیں۔ پلاسٹک بیگ کی آڑ میں قیمتیں مزید بڑھا دیں۔ یورپ میں پلاسٹک بیگ بتدریج ختم کرنے کی سہولت دی گئی۔ یہاں راتوں رات حکم نافذ کر کے نئی افراتفری بپا کر دی۔ سب سے بڑا مسئلہ درجن انڈے مہین کاغذ کے لفافے میں گھر لانے کا کھڑا کر دیا۔ نت نئے شوشے گھمبیر سیاسی، عالمی، معاشی صورت حال کے علی الرغم چھوڑے جاتے ہیں آئے دن۔ اب بیٹری سے چاند نکالنے والے وزیر فواد چودھری نے بیٹری سائیکلوں اور بیٹری رکشوں کی خوشخبری دی ہے جس سے ترقی کی منزلیں مزید تیزی سے سر ہوں گی۔ کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں۔

ہر صبح ڈرتے ڈرتے اخبار اٹھاتے ہیں کہ کونسا نیا جرمانہ، نیا ٹیکس، نیا مہنگائی بم نازل ہونے کو ہے؟ پچھلے دنوں اسلام آباد دی بیوٹی فل میں کچرے کے ڈھیر لگنے لگے۔ کوڑا اٹھایا نہیں جا رہا تھا کیونکہ صفائی کے عملے کو کئی ماہ سے تنخواہ نہیں دی گئی تھی۔ جب سب کی چیں بول گئی اور چیں بچیں ہو کر ناک منہ لپیٹے متعفن ہواؤں سے پناہ مانگنے لگے تو عملہ لوٹ آیا۔ مبلغ 4 تا 400 ہزار ماہانہ صفائی ٹیکس کا مژدہ لے کر۔ اسلام آباد ٹریفک پولیس بھی شرح جرمانہ میں اضافہ کرنے کو ہے! دبے پاؤں پٹرول بجلی کی قیمت بھی بڑھنے جا رہی ہے۔ بجلی کے جھٹکے تو تبدیلی سرکار کے آفٹر شاکس کا حصہ ہے۔ موم بتی مارکہ والوں کی حکومت قوم کو بھی موم بتیوں پر لے آئی ہے۔ لوگ بلبلا بلبلا کر ایک دوسرے کی خیریت پوچھنے کی بجائے بلوں کا احوال پوچھتے ہیں۔ ٹیکس نچوڑ کر عوام کو سوکھی گنڈیری بنانے کی بجائے سرکاری پرنالوں کی مرمت کیوں نہیں کرتے؟ مثلاً پی آئی اے کی 46 پروازیں بغیر کسی مسافر کے خالی پرواز کرتی رہیں، تا آنکہ باکمال لوگوں کی لاجواب سروس کی معاشی روح پرواز کر گئی۔ 18 کروڑ 40 لاکھ کا نقصان، عوام کی جیبیں اور جان تک نچوڑ کر قومی خزانہ بھرنے والوں کو نظر نہ آیا! ادھر اسلام آباد کا 15 ارب روپے کا سیف سٹی پراجیکٹ ناکام ہو گیا۔ 95 فی صد ادائیگی کے باوجود 50 فیصد سے زائد کام باقی ہے، جسے مکمل کرنے کی 3 سالوں میں کوئی پیش رفت مزید نہ ہو سکی۔ کیمرے آدھے سے زیادہ ناکارہ ہیں۔ باقی اندھیرتا کی بیماری میں مبتلا ہیں، رات میں دیکھنے کی صلاحیت سے عاری۔ دن میں بھی کانے دجال کی سی بینائی والے! ادھر پاکستان کی تجوریاں خالی کر کے قارون کے خزانے بھرنے والی قائم خانی، کہانی بھی ہوشربا ہے۔ قوم کی باقر خانی بنا دینے والے 18 سال یہ سب جا بجا کر رہے تھے۔ یہ آج 'نیبنے' والے کل بھی تو اسی ملک میں تھے۔ کیا کچھ نہ ملک کے مقدر سے کھیلا گیا۔ قوم کی عقل و دانش سے کھلواڑ ہوا۔ لوٹ مار سے لے کر قتل و غارت گری تک۔ اب یکا یک انکشافات ہونے لگے؟ ملین ڈالر سوال تو بنتا ہے!

خیر! ہم تو بے چارے مسکین تیسری دنیا کے باسی ہیں۔ ادھر برطانیہ اسمادری عالمی سلطنت جہاں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا، اب طلوع ہونا مزید مشکل ہو رہا ہے۔ بریگزٹ کے ہاتھوں سالمیت تک داؤ پر لگی ہے۔ یورپین یونین سے بلا معاہدہ اچانک نکل جانے پر ٹوائلٹ رول کے بھی لالے پڑ رہے ہیں! تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ برطانوی ایم پی نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ ضروریات زندگی کی درآمدات بالخصوص درآمد کیے جانے والے ٹائلٹ پیپر (جیسی حوائج ضروریہ کا بنیادی لازمہ!) کی فراہمی کی گارنٹی بھی بلا معاہدہ بریگزٹ پر شاید حکومت نہ دے سکے۔ (ہمیں تو سمندر پار سے بو کے بھبکے آنے لگے ہیں)۔ گورا چونکہ پانی کا استعمال نہیں جانتا، ڈرائی کلینگ کا قائل ہے، سو یہ بحران تو بہت کڑا ہے! رول کی ایجاد سے پہلے مغربی ممالک میں پچھلے دن کا اخبار 4 ٹکڑے کر کے ایئر پورٹوں کے بیت الخلاؤں میں پایا جاتا تھا! ہمیں پتھر کے زمانے میں پہنچا دینے کی مشترکہ دھمکی بش اور ٹونی بلیئر نے دی تھی۔ ہم اس حال میں بھی برطانیہ سے گویا بہتر ہی ہیں کہ مذکورہ رول تو فراوانی سے میسر ہے! شہزادہ شہزادی آئے ہیں، ہم تحفتہً بھر بھر بھیجنے کو تیار ہیں! یہ بدشگونی شاید وہاں سے شروع ہوئی کہ پچھلے دنوں ونسٹن چرچل کی سونے کی فلش (Toilet) سیٹ چوری ہو گئی تھی۔ یہ سونا پچھلے وقتوں میں ہندوستان ہی سے چرایا گیا تھا۔ سو چوروں کو پڑ گئے مور! فلش سیٹ کے بعد اب رول ختم ہونے کو ہیں۔ ادھر سکاٹ لینڈ بریگزٹ پر برطانیہ سے علیحدگی کی تحریک پر پھر پر تول رہا ہے۔ برطانیہ مزید سکڑ جائے گا اگر ایسا ہو گیا!

ویسے 9 اکتوبر کو ذہنی صحت کا عالمی دن تھا۔ بریگزٹ کے علاوہ (نیز بورس جانسن کی احمقانہ حرکات و سکنات، جنرل اسمبلی کی تقریر سمیت) بھی یہ عالمی دن برطانیہ کے لیے تشویش کے کئی پہلو رکھتا ہے۔ مثلاً 6 سال کی عمر کے معصوم بچوں پر حکومت کی جانب سے مسلط کیے جانے والی شرمناک جنسی تعلیم (RSE) پر خود برطانوی بھی چلا اٹھے اس پاگل پن پر۔ مغربی ممالک کو ترس ترس کر دیکھنے اور وہاں جانے کے شائقین مطلع رہیں کہ پریشان والدین اس دیوانی حیا باختہ تعلیم کی نئی یلغار کے ہاتھوں سر پر پاؤں رکھ کر بچے اٹھائے وہاں سے نکل رہے ہیں۔ ڈیلی میل کی 22 ستمبر کی رپورٹ صرف وارِک شائر کاؤنٹی کے 241 ننھوں کے سکولوں میں اسکے ناذ کا ذکر کر رہی ہے۔ یہ دیوانگی

کی آخری انتہا ہے جوان کے ہاں ملک بھر میں لاگو ہونے کو ہے۔ دیگر مغربی ممالک کا حال اس سے کچھ کم نہیں! دجال کے قدموں کی چاپ بلند آہنگ ہوتی جا رہی ہے!

ادھر مولانا فضل الرحمٰن کا دھرنا شہ سرخیوں میں ہے۔ اس پر خدشات کا مختلف ہمدرد حلقوں کی جانب سے اظہار توجہ طلب ہے۔ پچھلے دھرنوں پر قیاس کر کے یہ دھرنا دینا (کم سے کم الفاظ میں) خوش فہمی ہے۔ وہ سپانسرڈ دھرنے تھے۔ تمامتر قانون شکنوں، طوفانِ بدتمیزی، ملکی معیشت کی تباہی کے باوجود قانون منہ موڑے ''ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے'' کیفیت میں رہا۔ وہاں ڈی جے کی موسیقی بھری رنگین شامیں تھیں اور زور آوری حیران کن تھی! سی پیک بھی داؤ پر لگانے کی نوبت آ گئی۔ یہاں مدارس، طالبانِ دین، داڑھی کی تقدیس ہمراہ ہے، جس کا خاکم بدہن مثلہ دشمن کو مطلوب رہتا ہے۔ خدانخواستہ FATF کو کارکردگی دکھا کر کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کا اسے نادر موقع سمجھ لیا گیا تو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ وزارتی ٹیم مشرف کی ہے۔ جولائی 2007ء کے المیے بھیانک خواب بن کر سرسرا رہے ہیں۔ ہماری پوری تاریخ پُرامن، نیک مقاصد لیے جلوسوں، تحریکوں میں شرپسند عناصر داخل کر کے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے حکومتی ہتھکنڈوں سے بھری پڑی ہے۔ مصر، فلسطین، الجزائر میں اہل دین کی مقبول جمہوری حکومتوں پر چنگیزی حربوں کی المناک داستان سامنے ہے۔ دینی قوت کو ضائع ہونے سے بچانا اکابر کی ذمہ داری ہے۔ سیاسی جماعتیں 'چڑھ جا بیٹا سولی، رام بھلی کرے گا' کہہ کر دینی سٹریٹ پاور کو استعمال نہ کریں۔ کچا پھل مت توڑیں۔ حکمت، تدبر، ملکی حالات، کشمیر کے لیے مؤثر بہتر اقدامات کا تقاضا ہے کہ فی الوقت صبر کیا جائے۔ حد سے حد کشمیر کے المیے پر بیداری، ملک کی معاشی صورت حال پر عوام دوست اقدامات کے لیے دباؤ بڑھانے اور شفاف انصاف کی خاطر ریلی کا انعقاد مناسب ہے۔ فتنۂ قادیانیت کے فروغ کے خلاف عوامی شعور بیدار کرنا اور بھارت کی مبنی بر دشمنی نئی صورت حال پر قومی یک جہتی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ مثبت، سنجیدہ، پُرامن پیش قدمی اور نظریۂ پاکستان کی مکمل بحالی کا مطالبہ ریلی کا مقصد ہو۔ تصادم سے بچیے۔ دینی قوت کو کچلنے کی دشمن کی دیرینہ مراد بر آئے گی۔ خدانخواستہ!

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 36 سال، قد 6 فٹ، تعلیم PCMA کے لیے دینی مزاج کی حامل خوبصورت و سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-8849571

☆ پشاور میں رہائش پذیر چغتائی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، ڈینٹل سرجن، (ہاؤس جاب جاری) قد 5 فٹ 3 انچ، تجارت پیشہ خاندان، دینی گھرانہ کے لیے برسرروزگار، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ پشاور اور دیگر شہروں یا بیرون ملک کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ (والد): 0333-9103082

☆ حافظ قرآن، عمر 30 سال، خوش شکل، راولپنڈی میں بطور قاری/مؤذن لڑکے کے لیے کنواری/مطلقہ/بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ (ذاتی): 0308-5087073 0335-7291510

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم BS.Ed (Honors) کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ ترجیحاً لاہور کے رہائشی۔
برائے رابطہ: 0322-4617103

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ گوجر خان کے مبتدی رفیق بلال احمد کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-5523467

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے رفیق جناب شناور حسین انصاری کے سسر وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-7184185

☆ حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم داروغہ والا کے رفیق تنظیم کفایت حسین کی خالہ وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ
"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی
"قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر
الحمد للہ! اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: (92-42)35869501-3 E-mail:distancelearning@tanzeem.org

نظام باطل کی دُکھتی رگ؟

محمد نذیر یٰسین

فلسفۂ انقلاب کے اقدامی مرحلے کے ضمن میں نظام باطل کی دکھتی رگ کا ذکر اکثر ہوتا رہتا ہے اور نظام باطل کی کچھ دکھتی رگیں گنوائی بھی جاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا کسی بھی دکھتی رگ کو چھیڑنے سے کامیاب انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے یا پھر کسی خاص دکھتی رگ کو چھیڑنا ہی ضروری ہے؟ ناچیز کی رائے میں یہ معاملہ بہت حساس ہے اور دکھتی رگ کا انتخاب ایک گہری سوچ و بچار کا متقاضی ہے۔ اگرچہ موجودہ (بالخصوص پاکستان کے) حالات میں نظام باطل کی ہر کل ٹیڑھی اور ہر عضو لہولہو ہونے کی وجہ سے ہر رگ ہی دکھتی رگ نظر آتی ہے تاہم ایک ایسی شہ رگ کا تعین و انتخاب ضروری ہے جسے چھیڑنے سے اسلامی انقلاب کی طرف کامیاب پیش قدمی ہو سکے۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلامی انقلاب ایک بسیط و ہمہ گیر عمل ہے جو زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے لہٰذا انقلابی عمل میں معاشرے کے اکثر و بیشتر طبقات کا شریک کار یا کم از کم متفق ہونا ضروری ہے۔ پس تبدیلی کا وہ نعرہ وایجنڈا ہی عامۃ الناس کو اپنی طرف متوجہ اور انقلابی عمل میں شریک کر سکتا ہے جس میں انہیں اپنے یقینی مفاد کا یقینی حصول یا تحفظ دکھائی دیتا ہو۔

کسی بھی معاشرے میں معیشت کو کلیدی حیثیت ہے بلکہ معاشرے کا لفظ معاش سے ہی ماخوذ ہے یعنی معاشرہ کہا ہی اُسے جاتا ہے جس میں لوگ باہم مل جل کر معاشی سرگرمیاں انجام دیتے ہوں۔ اسی طرح لفظ دین بمعنی ادلہ بدلہ بھی ابتداً میں معاشی سرگرمیوں کے اصول وضوابط کے لیے ہی استعمال ہوا جو بعدازاں ترقی پاکر ہر قسم کے قوانین وضوابط کے لیے مستعمل ہوگیا۔ لفظ مدینہ بھی دین سے ہی ماخوذ ہے جس کا معروف معنی شہر ہے مگر درحقیقت مدینہ ایسی بستی کو کہتے ہیں جس میں کوئی باقاعدہ معاشی، سیاسی و معاشرتی نظام قائم ہو۔ پس ثابت ہوا کہ معاشرے کی اساس و شہ رگ معیشت ہے۔ اگرچہ ہر معاشرے میں بنیادی معاشی سرگرمیاں یکساں ہوتی ہیں تاہم بلحاظ وابستگی اُس پر مذہبی اثرات بھی ضرور مرتب وظاہر ہوا کرتے ہیں۔ معاشرے کا ہر فرد نہ صرف اپنی معاشی سرگرمی کے معقول معاوضے کا متمنی ہوتا ہے بلکہ اپنے مذہب کے ساتھ کسی نہ کسی حد تک وابستگی بھی برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ انقلاب فرانس وروس کو بالعموم مذہب کے خلاف ردعمل کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے جو ایک سطحی تجزیہ ہے۔ اگر فی الواقع ایسا ہوتا تو یورپ میں مذہب کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا اور مذہب کو افیون قرار دینے والا سوشلسٹ وکمیونسٹ نظام ناکامی سے دوچار نہ ہوتا۔ مذہب سے لگاؤ ایک فطری جذبہ ہے جسے نفس انسانی سے بالکل مٹانا ممکن نہیں۔

اگر کسی معاشرے میں فرد کو یہ احساس ہو جائے یا دلا دیا جائے کہ رائج الوقت نظام میں اس کا معاشی و مذہبی استحصال ہو رہا ہے (یعنی نہ تو اس کی محنت ومزدوری کا جائز ومناسب بدلہ دیا جا رہا ہے اور نہ ہی اسے آزادانہ طور پر اپنے دین و مذہب پر عمل کی اجازت دی جا رہی ہے) تو اس کے اندر اس نظام کے خلاف باغیانہ جذبات پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ دنیا میں اکثر تبدیلیاں انہی دو یا ان میں سے کسی ایک عنصر کی مرہون منت رہی ہیں۔ دیکھا جائے تو تحریک پاکستان کے پیچھے بھی یہی دو بڑے عوامل کارفرما تھے یعنی ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے معاشی استحصال اور اپنے دین پر آزادانہ عمل کی اجازت نہ ملنے کا خوف۔ مستقبل کے اسلامی انقلاب کے لیے بھی یہی دو عوامل فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ پس انہی دو عوامل کے حوالے سے موجودہ حکومتی و ریاستی صورتحال اور عوامی جذبات کا جائزہ لیا جانا چاہیے:

جہاں تک معیشت کے حوالے سے موجودہ حکومتی وریاستی صورتحال کا تعلق ہے تو یہ بات روزِروشن کی طرح ہر کسی پر واضح ہے کہ ہماری معیشت کا دیوالیہ نکل چکا ہے اور یہ مصنوعی وعارضی سہاروں کے بل بوتے کھڑی ہے۔ قوم کا بال بال قرضوں میں جکڑا ہوا ہے اور قرضے لے لے کر سابقہ قرضوں کا سود ادا کیا جا رہا ہے۔ حکومت کی معاشی پالیسیاں مکمل ناکام ثابت ہو رہی ہیں اور وہ عوام کو کوئی ریلیف فراہم کرنے میں کلی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ نت نئے ٹیکسوں کی بھرمار ہے اور روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی نے عوام کی چیخیں نکال دی ہیں۔ سابقہ حکومتوں اور موجودہ تبدیلی سرکار میں رتی برابر بھی فرق نظر نہیں آتا بلکہ حالات بدتر سے بدترین ہوتے جا رہے ہیں۔ نئے پاکستان کے قیام کی دعوے دار پارٹی سے عوام جتنی جلدی مایوس ہوئے ہیں، پہلے کبھی کسی سے نہ ہوئے تھے۔ حقیقی تبدیلی کی خواہش میں اضافہ ہو رہا ہے لہٰذا تبدیلی کی لہر کسی وقت بھی چل سکتی ہے۔ اگرچہ تبدیلی کے نعروں کی طرف عوام کو متوجہ کرنا اب کافی مشکل ہوگا مگر تبدیلی ناگزیر ہے جس کے لیے حقیقی انقلابیوں کو کمر ہمت کس لینی چاہیے۔

جہاں تک مذہب کے حوالے سے حکومتی و ریاستی کارکردگی کا تعلق ہے تو اسے بھی صفر ہی کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ پاکستانی عوام کے مذہب سے جذباتی لگاؤ کی بناء پر اکثر حکمرانوں نے مذہب کا خوب استعمال واستحصال کیا ہے مگر عملی طور پر ہر شعبے سے مذہب کو بے دخل کرنے کی روش ہی اپنائے رکھی ہے۔ موجودہ حکمرانوں نے بھی قوم کو ریاست مدینہ کا خواب دکھایا تھا جو ایک سال کے اندر چکنا چور ہو چکا ہے۔

الغرض موجودہ نظام معاشی ومذہبی دونوں حوالوں سے عوام کو مطمئن کرنا تو دور کی بات، انہیں جھوٹی تسلی وتشفی دینے سے بھی قاصر نظر آتا ہے۔ لہٰذا معاشی بحالی اور عوام کو خاطر خواہ ریلیف دینے کی کسی حقیقی ومثبت تحریک کو پذیرائی ملنا یقینی امر ہے۔

باقی جہاں تک عوام کی دینی وابستگی کا تعلق ہے تو وہ اگرچہ ماضی کے مقابلے میں کافی کمزور نظر آتی ہے تاہم اسے نہ صرف ازسرنو بحال کیا جاسکتا ہے بلکہ قدرت الٰہی سے پیش آنے والا کوئی غیر معمولی واقعہ اسے مہمیز بھی عطا کر سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی کی موجودہ تحریک ’’فکر اسلامی مہم‘‘ اس حوالے سے ایک مثبت قدم ہے تاہم اس تحریک کے ساتھ ساتھ یا فوری بعد ایک اسلامی معاشی تحریک بھی شروع کی جانی چاہیے۔ اس تحریک میں رزق حرام کی شناعت ورزق حلال کی اہمیت اجاگر کی جائے۔ موجودہ معاشی نظام میں رزق حرام کے غالب عناصر کی نشاندہی اور رزق حلال کے مواقع کی نایابی کو واضح کیا جائے۔ اس نظام کی خرابیوں اور ملک وقوم پر مرتب ہونے والے (باقی صفحہ 17 پر)

اب بھی غلامانہ ذہنیت سے جان نہ چھڑائی تو

رشید عمر

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان فرمائی جس میں آپ نے اپنے دور سے آگے مزید چار ادوار کا ذکر فرمایا ان میں آخری دور خلافت علی منہاج النبوۃ کا ہے پہلے چار ادوار من وعن آپ کے فرمان کے مطابق لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گزرنے والی انمٹ تاریخ کا حصہ ہیں۔ پانچواں دور اسلام کا ہے چاہے کچھ بھی ہو سمجھ آئے نہ آئے یہ ہو کر رہنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ امام مہدی اور نزول عیسیٰ کے ذریعے ہی ہونا ہے کیا جس ہستی نے گمراہ بھٹکی ہوئی قوموں کو عروج سے نوازا ہے، اُمتِ مسلمہ کو نئی زندگی نہیں دے سکتا قوموں کے عروج و زوال کو اللہ تعالیٰ نے جد و جہد کے اسباب سے جوڑا ہے جس کے لئے اللہ کسی قوم میں ایسے افراد پیدا فرما دیتا ہے وہ اس قوم کی پسماندگی کے اسباب کی تشخیص کر کے ان میں عمل کی روح پھونک دیتے ہیں۔

ہماری قوم سو سالہ غلامی کے دور کے اثرات سے نکل نہیں پا رہی۔ غلامی قوموں کی سیرت و کردار کو بگاڑ کے رکھ دیتی ہے۔ لوگ اپنے آقاؤں کی بخشش کے محتاج بنے رہنے کے چکر سے نکلنے کی صلاحیتوں سے ہی شاید محروم ہو جاتے ہیں۔ بہترین کی بجائے ادنیٰ اور کم تر کی فرمائشوں پر بضد رہتے ہیں۔ شمشیر و سناں چھوڑ کر طاؤس و رباب کے چکروں سے نہ نکل سکنا بھی عروج کے راستے میں رکاوٹ بنا رہتا ہے۔ ہم اپنی 73 سالہ تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران غلامی کے بدترین اثرات سے نکلنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ یہ ہر وقت اپنے آقاؤں سے ادنیٰ چیزوں کا مطالبہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں ہمیں کمپیوٹر دے دو، کبھی کہتے ہیں F-16 کے پرزے دے دو، کبھی کہتے ہیں ہم نے تمہارے لئے اپنے بندے مروائے ہیں، اس کے پیسے دے دو، کبھی کہتے ہیں سڑکیں اور گلیاں بنانی ہیں، اس کے پیسے دے دو، کبھی کہتے ہیں اپنے عوام کے لئے سستے گھر بنانے کے لیے پیسے دے دو، کبھی کہتے ہیں جیسا تعلیمی نصاب کہو گے ویسا ہی بنا دیں گے، اپنے بچوں کے دین و ایمان کی پروا نہیں کریں گے، بس پیسے دے دو۔

نظر و فکر میں یکسوئی کی بجائے انتشار ذہنی اور عدم استقلال کا شکار رہتے ہیں۔ تنوع پسندی کے لیے دین و ایمان اور غیرت قومی بھی بطور قیمت ادا کرنے سے باز نہیں آتے۔ پوری قوم کو اس مرض میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ انہوں نے وزیروں اور مشیروں کی فوج کی کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں جو آقاؤں کی دی ہوئی بخششوں کو ٹھکانے لگانے کا کام کرتی ہیں۔ ان کی غلامی اختیار کرنے کا انداز روایتی غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ روایتی غلام آقاؤں کی بخشش کے بدلے چوبیس گھنٹے ان کا کہا مانتے تھے ہمارے غلامانہ ذہنیت رکھنے والے حکمران نہ صرف آقاؤں کو خوش رکھنے میں کوشاں رہتے ہیں بلکہ ان کی دی ہوئی بخششوں کو بڑھا چڑھا کر واپس بھی کرتے ہیں اگر آزاد مرد پاکستان پر حکمران ہوتے تو ان کی پارلیمنٹ کے ارکان انسانی خدمت کے مختلف شعبوں کے ماہر ہوتے۔ وہ ایسی کمیٹیاں تشکیل دیتے جن کے سربراہ متعلقہ شعبوں کے ماہر ہوتے۔ وہ بخشش کی اپیلوں کی بجائے تحقیق و ایجاد کے ذریعے ضرورت کی چیزیں تیار کرنے کے لیے ذہین نوجوانوں کو اس کام میں لگاتے۔ ہر شعبہ اسی طرح کام کرتا تو ایک طرف بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا، ملکی ضروریات پوری ہوتیں اور ان چیزوں کی برآمد سے زرمبادلہ حاصل ہوتا۔ لیکن افسوس کہ ذہنی غلام حکمرانوں کی آقاؤں سے مانگنے کی عادت نے قوم کے ہر فرد کو ہزاروں لاکھوں روپوں کا مقروض بنا دیا ہے۔ ذہنی غلام حکمرانوں کے بخت تو اس حوالے سے سوئے ہوئے ہی ہیں ہمارے نام نہاد دانشوروں کی فکر و نظر کے تاروں کا مضراب بھی روح پرور کلامِ وحی نہیں ہے بلکہ فکرِ مغرب کی مکڑی کے دست بازوں کی وہ حرکت ہے جس سے وہ ناپائیدار آشیانہ بنا کر اس میں انسانیت کو پھانس کر اس کا تر نوالہ بنا کر شیطان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں حبلٌ مِن اللّٰہِ کے مصداق یہود و نصاریٰ کو تحقیق و ایجاد کے ذریعے جس طرح نوازا گیا ہے، وہ انہیں ہضم نہیں ہو رہا۔ اپنی تاریخ کے لمبے فکری اور عملی الحاد کی قے وہ اس وقت دنیا کے سامنے ڈال رہے ہیں اور ہمارے نام نہاد دانشوروں کی زبانیں اس قے میں چلتی رہتی ہیں۔

قرآن و سنت کی تعلیم دینے والوں نے بھی قوم کو اس رخ پر محنت کرنے کی ترغیب ہی نہیں دی، یہ غیرت نہیں جگائی کہ دوسری اقوام نے حواس خمسہ سے کام لے کر تحقیق و ایجاد سے یہ معرکے سر کیے ہیں۔ تم یہ کام دین اسلام کی سربلندی اور قوم کی خدمت کے لیے کرو گے۔

کان آنکھ دل دماغ اور ان سے کام لینے کی توفیق دینے کا کل اختیار اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف سے ان سے فائدہ اٹھانے کی صرف ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جہاد مملکت اسلامی کی خارجہ پالیسی کا حصہ اس لیے ہے کہ دنیا کو اللہ کے قانون کے تابع کیا جائے لیکن اہل دین غلامانہ ذہن حکمرانوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان سے اپنے ملک میں اللہ کے قانون کے نفاذ کا مطالبہ نہیں کر پا رہے جبکہ اللہ کی مدد کے وعدے موجود ہیں عالم کفر کی صف بندی کے حوالے سے مقابلہ مہدی اور نزول مسیح پر چھوڑا ہوا ہے یہ اسی طرح کی صورت حال ہے جیسے اس لشکر کی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں ایک شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اللہ سے ڈرنے والے دو مجاہدوں نے یقین دلایا کہ جونہی تم دروازے میں داخل ہو گے دشمن ہتھیار ڈال دے گا۔ لیکن انہوں نے کورا جواب دے دیا کہ موسیٰ اور اس کا رب جا کر لڑائی کریں ہم فتح کے انتظار میں یہاں بیٹھے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس دور کو اسلام کے غلبہ کا دور کہا گیا ہے اس حدیث کی باقی باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو گئیں کیا آخری بات کے پورا ہونے کا ہمیں یقین نہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے، ایمان والے سربلند اور غالب ہوں گے۔ (باقی صفحہ 17 پر)

Trump Escalated Wars He Inherited

Trump is no peacenik, far from it. He's the latest in a long line of US warrior presidents — waging endless wars of aggression, and by other means, against nonbelligerent states threatening no one.

He's the US liar-in chief, time and again saying one thing, then going another way, long ago proving he can never be believed or trusted.

Candidate Trump falsely said:

"I was against (Middle East wars). And I was against (them) very early. And we shouldn't have been in there. And I think it is probably perhaps the worst mistake we have ever made."

He called Afghanistan and Libya wars mistakes, after supporting them earlier.

He complained about wasting trillions of dollars, turning the Middle East into a mess, instead of using the funds spent to rebuild America.

"(W)e don't have the money because it's been squandered on so many (wrong) ideas," he said.

In January, he vowed to pull US forces out of Syria. They remain, illegally occupying about 30% of the country's northern and southern territory.

He vetoed legislation to end US involvement in Yemen. He supports increased spending for militarism, wars, weapons development to unprecedented levels, and America's global empire of bases — used as platforms for endless wars against invented enemies.

Permanent war is longstanding US policy under both right wings of the one-party state, Trump following in the footsteps of his predecessors.

Permanent occupation of Afghanistan, Iraq, and Syria are planned. US military forces came to stay. The same goes elsewhere under US installed puppet regimes it controls.

The US deep state didn't permit Trump's election to get "out of these ridiculous wars," as he falsely claimed.

They demand no change in the nation's permanent war agenda. He lied claiming he rebuilt a "depleted" military.

With all categories included, the US spends as much or more on militarism and warmaking than all other countries combined — a machine used for mass slaughter, destruction and intimidation.

Trump Wars

Trump lied, or perhaps doesn't know, claiming "(w)e quickly defeated 100% of the ISIS caliphate" — a scourge the US created and supports, along with likeminded terrorist groups, used as proxy forces in all US war theaters.

Throughout most of Obama's war in Syria, now Trump's, the US used Kurdish YPG fighters as a Pentagon proxy force against the nation's sovereign independence and territorial integrity, Republicans and undemocratic Dems want eliminated.

Time and again, the US uses allies for its imperial interests, then betrays them, Syrian Kurds perhaps the latest group to learn this lesson the hard way.

The White House announced that it will neither support or be involved in Turkey's planned cross-border offensive against Syrian Kurdish fighters.

US forces in the country are being redeployed

away from the Turkish border, leaving Ankara free to wage aggression on the Kurds uncontested by the Pentagon.

Betraying them is no surprise. Abandoning allies when no longer needed, wanted, or when other objectives take precedence is longstanding US practice.

Virtually nothing Trump says or does surprises. On Monday, he tweeted:

"If Turkey does anything that I, in my great and unmatched wisdom, consider to be off limits, I will totally destroy and obliterate" its economy.

Bilateral relations have been strained for years, notably since the 2016 aborted coup attempt to topple Erdogan, US dirty hands likely behind it.

Erdogan is at odds with Washington over its support for Kurdish fighters in northern Syria. He's upset over being treated as both a NATO ally and Eurasian adversary by the US.

While playing the Russia and US cards simultaneously, he's increasingly shifting his allegiance East, away from the West – another body blow to Washington's imperial agenda.

His chief advisor Yalcin Topcu earlier said:

"(i)t is time to reconsider our membership in NATO…an organization that shows its hostile attitude to its member in every way," calling its behavior "brutal and dishonorable."

Despite heavy US pressure and threats, Turkey bought Russian S-400 air defense systems. Erdogan said he'll continue buying Iranian oil and gas, ignoring US sanctions

He's furious over the Trump regime's ban on selling F-35s to Ankara in response to his S-400 purchase. His Foreign Ministry denounced the move, saying it "shows (a) hostile (US) attitude to its (alliance) member in every way."

Turkey's military in NATO is second largest to US force strength. If Erdogan withdraws over strained relations with Washington, it'll be a major blow to US regional and global aims, notably by pushing Turkey closer to Russia.

Source*: Adapted from an article by Stephen Lendman, published on Global Research*

Note: *The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.*

بقیہ: نظام باطل کی دُکھتی رگ؟

منفی اثرات کا کماحقہ تجزیہ پیش کیا جائے۔ اسلامی معاشی نظام کی خدمات و برکات اور آسان فہم خاکہ عام کیا جائے۔ دینی قوتوں کے باہمی اتحاد کی اہمیت اور اس کا لائحہ عمل پیش کیا جائے۔ اسلامی انقلاب کے لیے عوام کو کمربستہ اور مناسب وقت آنے پر موجودہ استحصالی معاشی نظام کے بائیکاٹ کے لیے تیار رہنے کی پُرزور اپیل کی جائے اور آخر میں پاکستان کے حکمران طبقے کو اسلام یا اسلام آباد میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کا الٹی میٹم دینے کا ارادہ ظاہر کیا جائے۔ یہ سب نکات ایک ہی مختصر کتابچے میں بیان کئے جائیں جسے ملک کے ہر گھر میں پہنچانے کو یقینی بنایا جائے۔

جس طرح صبح صادق سے قبل ایک مختصر دورانیہ کی صبح کاذب ہوا کرتی ہے، اُسی طرح ناچیز کی رائے میں عمران خاں کی موجودہ نام نہاد تبدیلی، تبدیلیٔ کاذب کی حیثیت رکھتی ہے جس کا دورانیہ زیادہ طویل نہیں ہوسکتا۔ اس تبدیلی سرکار کے متعلق عوامی امیدوں کا ایک سال کے اندر ہی خاک میں مل جانا، اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔ الیس الصبح بقریب؟

بقیہ: نقطۂ نظر

مزید فرماتا ہے اگر اللہ کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ ان وعدوں کا وہی مقام ہے جو لشکر موسیٰ علیہ السلام میں دو خدا خوف مجاہدین کی یقین دہانی کا تھا، جب فتح کی یقین دہانی کے باوجود قوم نے روگردانی کی تو ان پر چالیس سالہ صحرا گردی کی سزا مسلط کر دی گئی۔ امت مسلمہ کو عزت و افتخار والے مستقبل کی یقین دہانی کے باوجود ہم نے نہ خود اپنے معاشروں پر اللہ کا دین نافذ کرنے کی جدوجہد کی نہ ہی ملحمۃ الکبریٰ کی صف بندی میں شریک ہوئے۔ خود بھی اور قوم کو بھی یہی لوریاں سنائیں کہ یہ معرکے مہدی اور مسیح کی قیادت میں سر ہوں گے۔ اتنی دیر ہم فلسفے کھنگالتے ہوئے انتظار میں بیٹھے رہیں۔ اس بزدلی کی پاداش میں ہم پر ننقص الارض من اطرافھا کا کوڑا مسلسل برس رہا ہے۔ 1947ء میں ملک جن علاقوں پر آزاد ہوا تھا آج کا پاکستان ان علاقوں پر مشتمل نہیں ہے۔ ہماری زمین ہم پر تنگ ہو چکی ہے ذلت و رسوائی کی سنچری نہ صرف مکمل ہو سکتی ہے بلکہ طویل ہو سکتی ہے اور ملحمۃ الکبریٰ کا کوڑا ابھی اس اُمت پر برس سکتا ہے۔

تنظیمِ اسلامی کا پیغام

دعوت فکرِ اسلامی مہم کا مرکزی

سیمینار

نظامِ خلافت کا قیام

اکھنڈ بھارت کا توڑ کیسے...؟

صبح 10:30 بجے

3 نومبر 2019 بروز اتوار

مقررین

- **مرزا ایوب بیگ**
  (اکھنڈ بھارت کا مطلب)
- **ڈاکٹر عبدالسمیع**
  (نظریۂ پاکستان کیا ہے؟ ''دین کا ہمہ گیر تصور'')
- **شجاع الدین شیخ**
  (اسلام کا معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام)
- **ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی**
  (اسلامی نظام کا نفاذ کیسے؟)
- **حافظ عاکف سعید**
  (قومی، ملی اور دینی فریضہ)

بمقام

الحمراء ہال نمبر 1
68 مال روڈ، لاہور

زیرِ صدارت
حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی

سٹیج سیکرٹری: **خورشید انجم**

خواتین کی باپردہ شرکت کا اہتمام ہے

www.tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی

بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر تنظیم حافظ عاکف سعید

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore